اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور

نگرانِ اعلیٰ

مولانا مفتی محمود

رفقاء محترم

ماضی کی درخشندہ

روایات کے مطابق

میں امید کرتا ہوں کہ

آپ ہر سطح پر نظام

شریعت کانفرنس لاہور

کو کامیاب بنانے

میں ہمہ تن مصروف

ہوں گے۔

(مولانا) مفتی محمود

شاہی فرمان

جسے چاہو ذلیل و خوار کردو!
برہنہ بر سرِ بازار کردو

اگر حبِ وطن پیشِ نظر ہے
شریفوں کا سکوں دشوار کردو

ہمارے حکم سے جو جی چراتے
اُسے فوراً سپردِ دار کردو

فدا کارو! حریفوں کو ہمارے
غم و اندوہ سے دوچار کردو

جنہیں ہم جانشین کہتے رہے ہیں
اُنہیں بھی سانس لینا بار کردو

لنڈھاؤ خم پہ خم بادہ گسارو!
یہاں میخوار ہی میخوار کردو

بدل دو مسجدوں کو میکدوں میں
فقیہہ شہر کو سرشار کردو

تمہیں تخلیق کرنا ہے نیا دَور
ہر اک نقشِ کہن مسمار کردو

بجے جاؤ ہمارا نام دن رات
ہمارے نام کا پرچار کردو

کہیں ایسا نہ ہو گمراہ ہو کر!
میری خدمات سے انکار کردو

کیا کرتے ہیں جو عقبیٰ کی باتیں
انہیں اس خواب سے بیدار کردو

یہ کیوں اسلام کا ہے شور برپا؟
یہ ہنگامہ پسِ دیوار کردو

ستاتا ہے ہمیں محمود مفتی
اسے طوفان سے دوچار کردو

مخالف رہنما بھٹکے ہوتے ہیں
ولی خاں سے انہیں بیزار کردو

رذیلوں کو! میرا فرمان ہے یہ!
شریفوں کے گلے کا ہار کردو

اکرام القادری

اداریہ — اکرام القادری

دہشت گردی اور لوٹ مار

صوبہ سرحد کے وزیر داخلہ اور پیپلز پارٹی کے جواں سال رہنما حیات محمد شیرپاؤ کی المناک موت کے بعد حکمران پارٹی کے ذمہ دار افراد کی موجودگی میں پیپلز پارٹی اور قیوم لیگ کے کارکنوں نے مختلف شہروں میں احتجاجی جلوسوں کے نام سے جس بربریت، دہشت گردی، لوٹ مار، آتش زنی اور توڑ پھوڑ کا مظاہرہ کیا وہ انتہائی شرمناک، شر انگیز اور قابل مذمت ہے۔

ہمیں یہ کہنے سے کوئی باک نہیں کہ اپوزیشن جماعتوں کے دفاتر پر حملے اور غارت گری ایک طے شدہ اور منظم پروگرام کے مطابق عمل میں لائی گئی۔

اگر یہ بزدلانہ تخریبی جلوس محض مسٹر شیرپاؤ کی موت کا ردعمل ہوتے تو انہیں پشاور یونیورسٹی میں بم کے دھماکے کے فوراً بعد نکلنا چاہیے تھا جب کہ مسٹر شیرپاؤ کی اندوہناک موت کے دوسرے دن بھی نہ صرف پورے ملک میں، بلکہ صوبہ سرحد میں بھی مکمل امن و امان رہا اور کسی گوشے سے بھی بدمزگی و تخریب کاری کی صدا سننے میں نہ آئی۔ جہاں تک واقع کی مذمت و افسوس کا تعلق ہے تو وہ کسے نہیں تھا؟ ہر شریف شہری اور جمہوریت پسند شخص نے اس پر دکھ کا اظہار کیا۔ خصوصاً اپوزیشن نے مجرموں کو عبرتناک حدودیت کا مطالبہ کیا۔ اپوزیشن لذت آشنائے درد تھی، وہ اس قسم کے صدمات سے دوچار ہو چکی تھی۔

لیکن پیپلز پارٹی اور اس کے کاروباری حلیفوں نے اس مکمل خاموشی اور امن و آشتی کو اپنے اقتدار کی گرتی ہوئی دیوار کے لیے آخری دھکا خیال کرتے ہوئے ملک گیر، منظم و مربوط احتجاجی جلسوں اور جلوسوں کا طوفان برپا کر دیا۔

اس سلسلے کا سب سے پہلا جلسہ مسٹر شیرپاؤ کو خراج تحسین پیش کرنے کے نام سے پشاور میں ہوا جس میں عوام کو قتل و غارت گری پر اکسایا گیا اور پٹھانوں کو ان کی روایتی غیرت کا واسطہ دے کر ان کے جذبات کو مشتعل کیا گیا۔ پروگرام کے مطابق جلسہ کو جلوس میں بدلا اور غنڈوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی۔ جلوس میں شامل پیپلز پارٹی اور قیوم لیگ کے لٹھ بند اور مسلح کارکنوں نے عوامی پردھان منتریوں اور قانون کے محافظوں کی معیت و قیادت میں مخالف جماعتوں کے دفاتر سے ہزاروں روپے کا سامان لوٹا اور پھونکا گیا، مگر پولیس کے سادھو چپ سادھے بت بنے کھڑے رہے۔

صوبہ سرحد جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مولانا محمد ایوب جان بنوری نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ جمعیۃ کے صوبائی دفتر سٹی روڈ پشاور کا تمام اثاثہ اور پانچ سالہ دفتری ریکارڈ نذر آتش کر دیا گیا۔ جس میں زلزلہ زدہ افراد کے لیے جمع شدہ مال بھی تھا جس کی مالیت اٹھارہ ہزار تھی۔

پیپلز پارٹی کے اٹھائی گیرے اور غنڈہ عناصر دفتر کا پنکھا اور ٹیلیفون تک اٹھا کر لے گئے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم کے پانچ نسخے سڑک پر پٹخ دیے۔ قرآن کے جلے ہوئے اوراق مولانا نے پریس کانفرنس میں دکھائے

لیکن جب قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمود نے اسمبلی میں پیپلز پارٹی اور قیوم لیگ

ہفت روزہ خدام الدین

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۸

جمعۃ المبارک ۲۱ فروری، ۹ صفر المظفر

سرپرست

مولانا عبید اللہ انور

رئیس الادارہ

اکرام القادری

مجلس ادارت

ڈاکٹر احمد حسین کمال

مولانا سعید احمد رائے پوری

سید مطلوب علی زیدی

عمیر الہاشمی

بدل اشتراک

سالانہ ——— ۳۸ روپے

ششماہی ——— ۱۹ روپے

سہ ماہی ——— ۹/۵۰

فی پرچہ

۷۵ پیسے

کے کارکنوں کے اس گھناؤنے کردار پر صدائے احتجاج بلند کی تو قائد ایوان مسٹر بھٹو نے عجیب و غریب اور حیرت ناک جواب دیا۔ فرماتے ہیں:

"یہ کوئی پیپلز پارٹی کے کارکنوں کا منظم جلوس نہیں تھا، بلکہ عوام اپنے جذبات کا مظاہرہ کر رہے تھے"

مولانا مفتی محمود کو محترم وزیر اعظم ایسے ذمہ دار شخص کا یہ غیر ذمہ دارانہ جواب کس قدر ہولناک مضمرات اپنے اندر لیے ہوتے ہے؟ اور کتنی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے؟ کاش وزیر اعظم بھٹو اس سلسلے میں شدت جذبات سے ہٹ کر سوچتے! یا کم از کم بھٹو صاحب وزارت عظمیٰ ایسے اہم ترین عہدہ کا خیال فرما کر کچھ کہتے!

بھٹو صاحب جس منصب پر فائز ہیں، اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ ملک میں امن و آشتی کی فضا کو مکدر نہ ہونے دیں۔ غنڈہ عناصر اور تخریب کاروں کی حوصلہ شکنی و بیخ کنی کریں۔ خواہ وہ ان کی اپنی پارٹی ہی سے متعلق ہوں، کیونکہ اسی میں ملک کا اور ان کا اپنا بھلا ہے۔

لیکن اس کے برعکس بھٹو صاحب کے جواب سے غنڈہ عناصر اور تخریب کاروں کو تقویت اور شہ ملتی ہے۔ کل کلاں کو یہ روش عام ہو گئی تو پھر ملک و قوم ریت کا تودہ اور مٹی کا ڈھیر نظر آئیں گے۔ دانشمندی اور ملک کی سالمیت کا تقاضا یہی ہے کہ جذباتیت کی پُرخطر راہ اختیار نہ کی جائے۔

ہم بھٹو صاحب کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ خدارا سوچیے! ملک کس ڈگر پر جا رہا ہے۔ صوبہ سرحد و بلوچستان میں خصوصاً اور ملک کے دیگر حصوں میں عموماً سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی بلاجواز گرفتاریوں کا سلسلۂ غیر مختتم آخر کب ختم ہو گا؟ مختلف حیلوں سے حزب اختلاف کو تختۂ مشق بنانا اور طرح طرح کے ظلم توڑنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ اگر مسٹر بھٹو ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں تو وہ یقیناً اس نتیجے پر پہونچے گے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں ملک و قوم کے لیے ہرگز مفید نہیں۔ ان کے گرد کاسہ لیسان ازلی اور پشتینی ٹوڈیوں کا جو حلقہ قائم ہو گیا ہے وہ قطعاً ملک و ملت کے وفادار نہیں۔ ان کا تو پیشہ آبائی یہ ہے کہ چڑھتے سورج کی پوجا کی جائے۔ اس سلسلے میں "مرد آہن" قسم کے لوگ ضرب المثل کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر وہ عمل صحیح ہے جو ان کے مفاد پر پورا اُترتا ہو۔ رہا قوم و ملک کا مفاد ان کی بلا سے جائے یا رہے۔ کرسیٔ اقتدار پر جو بھی براجمان ہو گا وہ ست سری اکال کہیں گے۔

سیّد شمس الدّین شہید نمبر

نظام شریعت کانفرنس

کے مبارک موقع پر ادارہ ترجمان اسلام شہیدِ اسلام فخرِ ملّت مولانا سید شمس الدین شہید کی تابناک زندگی پر **سید شمس الدین شہیدؒ نمبر** شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

۱۴ مارچ ۷۵ء کا شمارہ ملت اسلامیہ کے اس عظیم فرزند اور اسلام کے بے باک مجاہد کے عظیم کردار اور جلیل القدر کارناموں پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز ہو گا جس میں نامور اہلِ قلم بلوچستان کے اس سیاسی ڈرامے کے پس منظر و پیش منظر اور سید شمس الدین شہیدؒ کے تاریخ ساز کارہائے جلیلہ پر بالتفصیل روشنی ڈالیں گے۔

مضمون نگار حضرات اور شعراء کرام یکم مارچ تک اپنی نگارشات ارسال فرمائیں۔ (ادارہ)

مولانا سعید احمد رائے پوری

ہماری خارجہ پالیسی

ترکی کی مظلومیت
کشمیریوں کی ہڑتال
ولی خان کی گرفتاری

آج پاکستان اپنی تاریخ کے انتہائی نازک دَور سے گذر رہا ہے۔ ملک کے سیاسی حالات معاشی بدحالی اور معاشرتی بداخلاقی پہلے کی نسبت کہیں بدتر ہو چکے ہیں۔ ایک عام قاعدہ ہے کہ آزادی کے بعد کوئی بھی ملک سال بہ سال ترقی اور خوش حالی کی طرف جاتا ہے۔ لیکن یہ اسی صُورۃ میں ممکن ہوتا ہے اگر قوم کو بہتر قیادت میسر ہو جو اندرونی و بیرونی دشمنوں کو پہچانتے ہوئے تمام قسم کے مسائل و مشکلات سے ٹکرانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اگر خدانخواستہ یہ نہ ہو سکے تو ایسے ملک کے لیے بدبختی و بدقسمتی کے مہیب اژدھے مُنہ کھول کر درپے فناہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی زندہ مثال آج نظریاتی بنیادوں پر بے مثال قربانیوں کے عوض حاصل کیا گیا ملک پاکستان ہمارے سامنے ہے۔ دشمنوں کی دسیسہ کاریاں، سامراجی ایجنٹوں کی سازشیں اور سی آئی اے کی کاروائیاں ہمیں اس طرح اپنے خُونیں پنجوں میں جکڑ چکی ہیں کہ اب شائد ہمیں آزادی کی خاطر ایک اور جنگ لڑنا ہوگی۔

گذشتہ ستائیس برس میں بین الاقوامی حالات مختلف انقلابات کا شکار ہوتے رہے۔ نہر سویز کے مسئلہ پر ۵۶ء میں مسلم عرب ممالک برطانیہ اور فرانس سے جنگ آزما ہوئے۔ ۶۷ء اور ۱۹۷۱ء میں عرب اسرائیل جنگ ہوئی۔ شمالی ویت نام حریت پسندی کے جرم میں امریکی ستم کاریوں کا تختہ مشق بنا رہا اور دنیا بھر میں کیا کیا نہ ہوا۔ ان تمام مراحل میں پاکستانی عوام کے دل مظلوموں کے ساتھ دھڑکتے رہے جبکہ عالمی سطح پر پاکستان حریت کُش امریکہ کی کشتی میں سوار رہا، تو ملک کا سرکاری اور غیر سرکاری پریس مظلوموں کے خلاف پروپیگنڈے کی اہم ذمہ داری انجام دیتا رہا۔ جونہی کوئی نازک موڑ آیا اور عوامی جذبات سرکاری سامراج نوازی سے ٹکرائے تو عوام کو اندرُونی مسائل میں اُلجھا دیا گیا۔ اس طرح ملک کے غیر ملکی ذہنیت والے حکمران عوامی غیظ و غضب سے بچ جاتے رہے، جس کی ایک مثال ترکوں کی مظلومیت، کشمیر کے سودے اور دہلی میں مسلم کش فسادات کے مقابلے میں ایک مضبوط ملک ہونے کی بجائے پاکستان ہنگامی حالات سے دوچار اپنی ہی مصیبت میں گرفتار ہے۔

ترکی مسلم برادری کا ملک ہے معاہدۂ بغداد اور اس کے بعد سنٹو کے امریکی معاہدات میں ہمارے ساتھ شریک ہے۔ معاہدہ استنبول کے بعد ہمارے تعلقات مزید بڑھ چکے ہیں۔ گذشتہ برسوں میں جہاں پاکستان ہر مشکل وقت وہ ۶۵ء اور ۷۱ء کی پاک بھارت جنگیں ہوں یا ۷۳ء کا سیلاب، ترکی نے ایک حقیقی دوست کا کردار ادا کرتے ہوئے سفارتی سطح پر حمایت کے ساتھ ساتھ طبّی، جنگی اور صنعتی امدادی ہے، لیکن آج ترکی خود ایک بدترین دور سے گذر رہا ہے۔ سال ہا سال سے امریکہ کے فوجی اڈے اور چھاؤنیاں ترکی میں قائم ہیں، طبی، تعلیمی اور صنعتی میدان میں جراثیم کی طرح امریکی جڑیں ترکی میں پھیلی ہوئی ہیں۔ سینٹو اور سیٹو کے معاہدات کی رُوح سے امریکہ ترکی سرحدوں کی حفاظت کا پابند ہے، لیکن ۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب ترکی نے امریکہ کو ترکی ہوائی اڈے استعمال کرنے کی اجازت نہ دی تو چچا سام کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ امریکہ نے یونان سے ترکی قبرص پر حملہ کروا دیا اور قبرصی مسلم ترکوں کا قتل عام شروع کر دیا گیا۔ ترکی کی فاتحانہ جوابی کاروائی سے یونانیوں نے گھٹنے ٹیک دیئے تو اسرائیل نواز امریکہ بوکھلا اٹھا۔ آخر ترکی نے امریکہ کی شان میں گستاخی پر معافی کیوں نہیں مانگی؟ اور اسلام دشمن امریکہ کو یونان کی حکومت کی خدمت میں اپنی سفارشات کی درخواست پیش کرنے کی بجائے ترکی کو جوابی کارروائی کی جُرأت ہی کیوں ہوئی؟ .... شیطان نے مجلس شوریٰ منعقد کی۔ کفر کے ایوانوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں، اور امریکی کانگریس نے حاکمانہ فیصلہ صادر کر دیا "آئندہ امریکہ ترکی کو اسلحہ نہیں دے گا"۔ ترکی رائے عامہ امریکہ کے خلاف ہوگئی اور ترکوں نے مزید گڑگڑانے اور درخواستیں کرنے کی بجائے قومی انانیت کو مجروح ہونے سے بچالیا اور اس فیصلہ پر آزادانہ خاموشی اختیار کر لی۔ امریکہ نے ترکوں کو ہاتھ سے جاتے دیکھا تو ایک اور دام پھینکا۔ ڈاکٹر ہنری کسنجر کے دورۂ ترکی کا پروگرام بنا بھیجا۔ غیرت مند ترکوں نے کہا "دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے" ضرورت پڑنے پر اسلحہ نہیں دیا تو اب کیا کرنے آرہے ہو؟ ہمیں

منافق اور غدار دوست کی ضرورت نہیں، اگر نیٹو اور سینٹو کے ملکی سلامتی کے معاہدات کے باوجود دفاعی امداد نہیں دیتے تو ترکی مت آنا!!

اس خطرناک مرحلے میں مسلم اخوت اور سابقہ احسانات پر ممنونیت کے لیے پاکستان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ترکی کی امداد کو پہونچے۔ کیوں نہ ہو پاکستان سیٹو اور سینٹو کے معاہدات میں امریکہ کا حلیف ہے۔ امریکہ پر سفارتی دباؤ ڈال کر اپنی کامیاب خارجہ پالیسی کی بدولت امریکہ کو ترکی سے عہد شکنی کرنے سے روکنے کی کوشش کرے۔ عوامی جذبات اقوام متحدہ تک پہنچائے انصاف اور انسانیت دوستی کی خاطر دیگر مسلم ممالک کے ساتھ مل کر عالمی برادری کے سامنے یہ مسئلہ پیش کرے۔ روسی بلاک سے لاتعلق امریکہ کی عہد شکنی کا شکار عربوں سے منقطع، یورپی ظالموں میں گھرا ہوا، آڑے وقت کا دوست' پاکستان کا سینٹو اور آرسی ڈی کا معاہد ترکی ہمارے سامنے موجود ہے، لیکن ہم پاکستانی کچھ نہیں کرسکتے ...... عوام کی نظریں اس اہم مسئلہ سے ہٹانے کے لیے مسلم دشمن امریکہ نے اپنی سی آئی اے کو استعمال کیا اور آج پاکستان میں بدترین سیاسی بحران پیدا کر دیا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں عوام اپنی مسلم برادری کی امداد کے بجائے ایک دوسرے سے دست و گریباں اور غداری کے فتووں میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔

خان عبدالولی خان اور ان کے ساتھیوں کی ہزاروں کی تعداد میں گرفتاریاں اور نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی سے تین نتائج سامنے آئے ہیں. عوام ولی خان کی روایتی ملک دشمنی اور پختونستان اور بنگلہ دیش میں مصروفِ تبصرہ ہو کر ترکی کو بھول چکے ہیں جس سے امریکن سی آئی اے کا کام آسان ہو گیا ہے۔ معاہدہ شملہ اپنی آخری صورت اختیار کر کے اندرا عبداللہ معاہدہ بن چکا ہے، اور معاہدۂ شملہ کی رُو سے عائد شدہ بھٹو صاحب کی ذمہ داری پوری ہو گئی ہے اور سب سے اہم یہ کہ جناب وزیر اعظم اپنے مدمقابل روز بروز پنجاب میں مقبول تر ہوتے ہوتے خان عبدالولی خان کو حیات محمد خان شیرپاؤ کے قتل کے پردے میں لپیٹ کر ساہی وال جیل میں منتقل کر چکے ہیں،

آخر ایسا کیوں نہ کرتے؟ خان عبدالولی خان کا جُرم یہ تھا کہ انہوں نے خبردار کیا تھا کہ سفارتی تعلقات سے پہلے بھارت سے تجارت نہیں ہونی چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ ۲۷ سالہ کافر دشمن جس کے خلاف ہم تین بار جنگیں لڑ چکے ہیں۔ آخر اس کے ساتھ دوستی کی پینگیں کیوں بڑھائی جا رہی ہیں؟ وہ بھارت جس نے بقولِ بھٹو صاحب آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ جس پاکستان کی خوش حالی اور مضبوطی ایک آنکھ نہیں بھاتی، جو پاکستان کو ذرا سی دفاعی امداد ملنے پر واویلا کرنے لگ جاتا ہے، جس ہندوستان نے ہماری ثقافت اور کلچر کو تباہ کرنے اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف سازش کرتے ہوئے امرتسر میں ٹیلیویژن سٹیشن قائم کر کے ایک نئی پروپیگنڈا اور پاکستانی عوام کی ذہنی صفائی کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ جس انڈیا نے ایٹم بم کا دھاکہ کر کے پاکستان کی سالمیت کے خلاف ایک اور قدم اٹھایا ہے۔ وہ بھارت جس نے ہمارے آٹھ کروڑ مسلمان بھائیوں کو ہم سے جدا کر دیا ہے اور آج بھی پاکستان ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سکیمیں تیار کر رہا ہے، اس کے ہاتھ یوُں ہی اتنی جلدی دوستی کر لینا اور پھر اپنے ملک کو بھارت کی خریداری منڈی بناتے ہوئے تجارتی تعلقات بحال کر لینا سراسر نامناسب اور غلط اقدام ہے

ادھر بھارت میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہو رہا ہے اور مسز اندرا گاندھی نے شیخ عبداللہ کو ساتھ ملا کر ایک نیا ڈرامہ کھیلا ہے، لیکن ہمارے عوامی نیتا ہندوستان سے تجارت کے نشے میں کچھ یوُں مبتلا ہیں کہ انہیں کہیں کا ہوش ہی نہیں رہا۔ معاہدۂ شملہ میں بعض حلقوں کے مطابق بھارت کی رضامندی سے کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس کی وجہ سے پاکستان آج اندرا عبداللہ گٹھ جوڑ کے خلاف عالمی برادری میں اپیل نہیں کر سکتا اور عوام کے دلوں کو لبھانے کے لیے پورے ملک میں ہڑتال کی باتیں بنائی جا رہی ہیں۔ گویا پاکستانی اور کشمیری عوام کسی ہندوستانی کارخانے کے مزدور ہیں جن کی کامیاب ہڑتال سے بھارت کو بہت نقصان پہونچے گا اور مسز اندرا گاندھی شیخ عبداللہ سے کیے گئے گٹھ جوڑ کو ختم کر کے ہمارے مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے استصوابِ رائے کرانے پر تیار ہو جائیں گی!! ..... کیا اس ہڑتال سے "قہرِ درویش بر جانِ درویش" کے مصداق ایک دن کا ملکی صنعت میں پیداوار کا نقصان ہونے کے علاوہ کوئی اور نتیجہ بھی برآمد ہو سکے گا؟ یقیناً نہیں۔ چنانچہ جب باشعور عوام اس ہڑتال کے بوداپن کو سمجھ گئے تو بھٹو صاحب کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ عوام کی توجہ کسی اور مسئلہ پر مبذول کر دی جائے، کیونکہ عین اسی وقت عوام کے ذہنوں میں یہ سوال بھی پیدا ہو رہا تھا کہ ۲۷ سال سے پاکستان کے کمینہ صفت پانچ گنا بڑے طاقتور دشمن جس کے ساتھ ہمارے وزیر اعظم موصوف کا ہزار سال تک جنگ لڑنے کا پروگرام تھا۔ آخر اچانک کونسی وحی نازل ہو گئی کہ اس دشمن ملک کے ساتھ تو تعلقات بہتر ہونے لگ گئے اور بھارت کی محبت اتنی ستائی کہ سفارتی نوعیت کے آئینی راستوں کی بجائے عشقِ ہند میں پگڈنڈیوں پر بھاگ کھڑے ہوتے اور تجارتی اور ڈاک وغیرہ کے تعلقات بحال بھی ہو گئے اور ریڈیو ٹیلیویژن اور اخبارات کے صفحوں پر بھارتی ایجنٹوں کی تخریب کاریوں کی بجائے بھارتی تجارتی وفود کی تصاویر اور خبریں نمایاں انداز میں چھپنے لگیں۔

اور دوسری طرف اپنے سے چھ گنا کمزور، اقتصادی طور پر دیوالیہ، صنعتی طور پر معدوم زراعت کے لیے نااہل، تعلیمی طور پر پسماندہ غریب ملک

باقی ص۱۴ پر

مولانا ظفر احمد قاسم

نظم جماعت

اور

جماعتی کامیابی کے اصول

لفظ نظم اور نظام دو ہم معنی لفظ ہیں، جن کا معنی ہے "موتی پرونا" "آراستہ کرنا"، "موتیوں والا دھاگا"، "کسی چیز کو کسی چیز سے موزوں طریقہ سے جوڑنا"، "کسی چیز کو برپا کرنا"، "قائم کرنا۔ (غیاث۔ المنجد۔ مختار الصحاح) (مفردات امام راغب ص ۹۵)

دوسرا لفظ ہے جماعت اور اجتماع، جن کا معنی ہے، "آدمیوں کا گروہ" "متفرق اشیاء کا جمع ہونا" "طاقت ور ہونا"، "کسی بات پر اتفاق کرنا"، جب دونوں لفظوں کے انفرادی معانی بیان ہو چکے تو اب نظم جماعت کی .....

تعریف ترکیبی:-

یہ ہوگی" آدمیوں کے گروہ کو طاقت ور بنانے اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے عزم مصمم پر متفق ہونے کے بعد نظامِ الٰہی کو قائم کرنے کے لیے اس روحانی رشتہ میں موتیوں کی طرح آراستہ اور موزوں طریقہ سے جوڑنے کو نظم جماعت کہتے ہیں۔

پھر اگرچہ جماعت بھی خود ایک نظم کا نام ہے ورنہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد، چند افراد کی ایک منتشرہ مقامی بھیڑ کو جماعت نہیں کہا جاتا۔ بھیڑ اور جماعت میں یہی فرق ہے کہ پہلی چیز بازاروں میں نظر آجاتی ہے جبکہ کوئی تماشا ہو رہا ہو یا سڑکوں پر جب کوئی میلہ لگا ہوا ہو۔ اور دوسری چیز جمعہ کے دن یا اوقاتِ خمسہ صلوٰۃ کے موقعہ پر مسجدوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جب سینکڑوں اور ہزاروں انسانوں کی منظم اور مرتب صفیں ایک مقصد ایک جہت ایک حالت اور ایک ہی امام کے پیچھے جمع ہوتی ہیں۔ پھر بھی جماعت کی طرف نظم کی نسبت کرنے سے اس میں زیادہ موزونیت اور آراستگی کی تاکیدی ضرورت بیان کر دی گئی ہے کہ تمام افراد اپنی انفرادی قوتوں کو قدرتی اور مناسب ترکیب و ترتیب کیساتھ ایک ہی قوتِ جامعۃ میں اکٹھا کر دیں اور اپنے تمام موّاد "قویٰ" اعمال اور افراد پر ایک اجتماعی اور انضمامی دَور طاری کر دیں۔ بحدیکہ ہر قوت اکٹھی ہر عمل باہمد گر جڑا اجڑا اور ملا ہوا"، ہر چیز بندھی اور سمٹی ہوئی، ہر فرد زنجیر کی کڑیوں کی طرح متحد و متصل ہو جائے۔ کسی چیز کسی گوشے کسی عمل میں علیحدگی نظر نہ آئے۔ جدائی، انتشار، اور الگ الگ اور جز جز اور فرد فرد ہو کر رہنے کی حالت نہ رہے۔ یہ حالت جبکہ قومی اور اجتماعی زندگی کی قوتوں اور اعمال پر طاری ہو جاتی ہے تو اس کا نام حیات قومی اور حیات اجتماعی ہوتا ہے اور اس کا ظہور قومی اقبال و ترقی اور نفوذ و تسلّط کی شکل میں دنیا دیکھتی ہے۔

فضائلِ اجتماع

حقیقت میں شریعت نے مسلمانوں کے لیے جہاں انفرادی زندگی کے اعمال مقرر کیے ہیں وہاں ان کے لیے ایک اجتماعی نظام بھی قرار دیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ زندگی اجتماع کا نام ہے افراد اور اشخاص کوئی شے نہیں۔ اور جب کوئی قوم اس اجتماعی نظام کو ترک کر دیتی ہے تو اس کے افراد فرداً فرداً خواہ کتنے ہی شخصی اعمال اور طاعات میں سرگرم ہوں لیکن یہ سرگرمیاں قومی و ملی تحفظ کے بارے میں کچھ سودمند نہیں ہو سکتیں اور قوم جماعتی معصیت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اسی چیز کو قرآن حکیم نے ان جامع الفاظ میں بیان فرمایا

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (پ ۴ ع ۲) ترجمہ:- مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے (دین والے) سلسلے کو اس طور پر کہ باہم متفق رہو اور باہم نا اتفاقی نہ کرو (بیان القرآن)

دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہے:- وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ترجمہ:- اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے (دین میں) تفریق کرلی اور (نفسانیت پر مبنی) باہم اختلاف کر لیا ان کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعد، اور ان لوگوں کے لیے سزائے عظیم ہوگی" (بیان القرآن)

اسی چیز کو حدیث شریف میں یوں بیان فرمایا گیا:-

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِي اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى الضَّلَالَةِ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (رواہ الترمذی)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ میری اُمت (یا آپ نے لفظ امت محمد کا ارشاد فرمایا) کو گمراہی پر کبھی بھی جمع نہ فرمائیں گے کیونکہ جماعت پر خدا تعالیٰ (کی مہربانی اور نصرت) کا ہاتھ ہوتا ہے اور جو شخص (جماعت سے) علیحدہ ہوا اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا

اِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَاْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَاِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ۔

(رواہ احمد) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ

عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک شیطان انسانوں کے لیے بھیڑیا ہے۔ جیسا بکریوں کا بھیڑیا۔ ریوڑ سے جدا ہو کر ایک طرف کونے میں چلنے والی بکری کو اپنے خونخوار پنجہ سے ہلاک کر دیتا ہے اسی طرح جماعت سے علیحدگی کرنے والے انتشار و افتراق پسند انسان کو شیطان بھی اپنے پنجۂ شیطنت کے ذریعہ شکار کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔ لہٰذا (مسلمانو) جماعت اور سواد اعظم سے وابستگی اختیار کرو اور علیحدگی والی غیر محفوظ گھاٹیوں سے بچو۔ ایک اور روایت میں ہے:۔ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ یعنی جس شخص نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی وہ جہالت کی موت مرا (جس کے بعد زندگی کی کوئی امید نہیں) علامہ اقبال مرحوم نے اسی روایت کا منظوم ترجمہ یوں کیا ہے ؎

ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو فصل بہار میں

ان سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے جماعت سے علیحدگی کی راہ اختیار کی اس نے اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر کے تباہ کیا اور دوزخ کا مستحق ٹھہرا۔ یعنی گمراہی اور ٹھوکر اس کے لیے ضروری ہے۔ زنجیر کا توڑنا مشکل ہے لیکن کوئی کڑی زنجیر سے الگ ہو گئی ہو تو ایک چھوٹے سے حلقے کا حکم رکھتی ہے جس کو انگوٹھے سے ملا جا سکتا ہے۔ ایک صالح جماعت کبھی تباہ نہیں ہو سکتی اس پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہ ہونے دیں گے کہ پوری امت گمراہی پر جمع ہو جائے۔ البتہ منتشر افراد تباہ ہو سکتے ہیں کیونکہ فرد اور فرد کی ہستی تو کوئی مستقل شے ہی نہیں۔ مستقل ہستی تو صرف اجتماع اور جماعت کی ہے بلکہ فرد کا وجود اور اعمال بھی صرف اسی لیے ہیں کہ ان کے اجتماع و تالیف سے ہیئت اجتماعیہ پیدا ہو جو بنیان مرصوص بن کر باقی رہے۔

ع فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

حاصل یہ کہ جاہلیت اور موت کا دوسرا نام تشتت تفرقہ و انتشار ہے اور اسلام و زندگی کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت ہے۔

اوصافِ جماعت

جنہیں قرآن حکیم نے ان الفاظ سے بیان فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

ترجمہ:۔ (اے امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ) تم لوگ (سب مذاہب والوں سے) اچھی جماعت ہو (کیونکہ) یہ (تمہاری) جماعت عام لوگوں (کے نفع ہدایت پہنچانے) کیلئے ظاہر کی گئی ہے (وہ اسطرح کہ) تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور خود بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات چونکہ خیر امت ہے اور اس شرف و عزت رفعت و عظمت کی وجہ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی قرآنی حقیقت ہے۔ اسی لیے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق جانشین اور وارثان علوم نبوت از محد تا لحد انسانیت کی اصلاح و فلاح کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں انکا مقصد وحید ہی خلق خدا کی بہتری ہوتا ہے تاکہ محبت و رضاء خداوندی کے مستحق بنیں۔ کیونکہ حضور اکرم فداہ امی وابی نے فرمایا اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ (رواہ البیہقی)

ترجمہ:۔ مخلوق خدا تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ وہی شخص محبوب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرے۔ اسی لیے بندگان خدا، اپنے خدا داد علم و عمل اور ذکر و عقل کے ذریعہ عالم انسانیت کو فائدہ پہنچانا اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بہبودی خلق خدا کے لیے وقف کرنا اپنا فرض منصبی اور کار خیر سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق کا غم وہ اپنا غم سمجھتے ہیں۔ دنیا کے کسی گوشہ میں پیروان اسلام کے سروں پر اگر تلوار چمک رہی ہو تو اس کا زخم وہ اپنے دلوں میں سمجھتے ہیں۔ آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم پیرو توحید کی لاش تڑپ رہی ہو تو وہ تڑپ اپنے قلوب میں محسوس کرتے ہیں۔ اگر کہیں کسی حامی وطن کے حلق بریدہ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہو تو ان کا اپنا قلب و جگر پاش پاش نظر آتا ہے اور اس کی وجہ حضور اکرم فداہ ابی وامی کا وہ بین الملی فرمان ہے کہ:۔ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى (متفق علیہ)

یعنی تمام مسلمان آپس میں رحمدلی، محبت باہمی، ملی ہمدردی میں ایک جسم کیطرح ہیں۔ جب جسم کے کسی ایک عضو کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم بیداری اور بخار کی اضطرابی کشمکش میں مبتلا ہو کر درد محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح ملت اسلامیہ بھی ایک جسم واحد ہے۔ مسلمان خواہ کہیں ہوں اس کے اعضاء و جوارح ہیں اگر ہاتھ کی انگلی میں کانٹا چبھے تو جب تک باقی اعضا کٹ کر الگ نہ ہو گئے ہوں ممکن ہی نہیں کہ اس کے صدمے سے بے خبر رہیں۔ اسی وجہ سے اہل حق ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے غم کو اپنا سمجھ کر اپنی ناتواں ہڈیوں کو گھلا کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اور حقیقت میں یہ اولین اور اشرف ترین خصوصیت ایک مسلم ہی کے خصائص میں سے ہے کہ اسمیں جسقدر سختی ہے سب ظلم و طغیان باطل و کفر کے لیے ہے اور جسقدر الفت و محبت ہے وہ حق و انصاف اسلام و توحید کے لیے ہے وہ مسلم اپنے چراغ علم و بصیرت کے ذریعہ امر بالمعروف کا اجالا کرتا ہے اور نہی عن المنکر کی روشنی کو پھیلا کر تمرد و سرکشی ظلم و باطل کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے۔ بنابریں اکابرین امت خصوصاً علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم نے مشکل ترین اوقات میں بھی حریم حق اور مرکز توحید و سنت کی پاسبانی اور کاروان ملت کی رہنمائی کا سخت ترین فریضہ انجام

زاہد الراشدی

معجزۂ شق القمر

۱۔ بخاری شریف ص۷۲۱ ج ۲ ، مسلم شریف ص۳۷۳ ج ۲ اور مستدرک حاکم ص۴۷۲ ج ۲ میں متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کے لیے مکی زندگی میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔ اس تاریخی معجزہ کے بارہ میں روایات اتنی کثرت سے منقول ہیں کہ علامہ سبکیؒ نے انہیں متواتر کا درجہ دیا ہے۔ ابو نعیمؒ نے دلائل میں اس واقعہ کی تفصیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکوں کا ایک گروہ آیا جس میں ولید بن مغیرہ ، ابو جہل عاص بن وائل ، عاص بن ہشام ، اسود بن عبد المطلب اور نضر بن حارث بھی تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔ اگر آپ واقعی سچے ہیں تو اپنی سچائی کے ثبوت میں چاند دو ٹکڑے کر کے دکھائیں اس طرح کہ اس کا ایک ٹکڑا ابو قبیس کی پہاڑی پر اور دوسرا ٹکڑا قعیقعان پر ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اگر ایسا ہو گیا تو کیا تم لوگ ایمان لے آؤ گے ؟

کہنے لگے ہاں !

وہ رات چودھویں تھی اور چاند آسمان پر پورے آب تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ! ان مشرکوں کا سوال پورا فرما دے۔ پھر آپ نے انگلی سے اشارہ کیا تو چاند اسی طرح دو ٹکڑے ہو گیا جس طرح کافروں نے کہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے ابو سلمہ اور ارقم اس پر گواہ رہنا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے ص۲۶۱ ج ۴ میں سورۃ قمر کی پہلی آیت اقتربت الساعۃ وانشق القمر کے بارے میں اس بات پر امت کا اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ شق القمر کے بارے میں ہے۔

۲۔ ملا محمد قاسم فرشتہؒ تاریخ ہند ص۴۸۹ ج ۲ میں لکھتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری کی ابتدا میں کچھ عرب مسلمان کشتی پر سوار جزائر سری لنکا کی طرف جا رہے تھے کہ طوفانوں کی وجہ سے جزائر مالابار کی طرف جا نکلے اور وہاں گدنکلور نامی شہر میں کشتی سے اترے۔ شہر کے حاکم کا نام "سامری" تھا۔ اس نے مسلمانوں کے بارے میں یہودی اور عیسائی سیاحوں سے پتہ کچھ سُن رکھا تھا۔ عرب مسلمانوں سے کہنے لگا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور ان کی کچھ علامات بیان کریں۔ ان مسلمانوں نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی ، اسلام کے اصول و مسائل اور نبی اکرم کے معجزات کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ دریں اثنا شق القمر کے تاریخی معجزہ کا ذکر بھی کیا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ ذرا ٹھہرو ہم اسی بات پر تمہاری صداقت کا امتحان لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں دستور ہے کہ جو بھی اہم واقعہ رونما ہو اُسے قلمبند کر کے شاہی خزانہ میں تحریر کو محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اگر تمہارے کہنے کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کے لیے چاند دو ٹکڑے ہوا تھا تو اسے یہاں کے لوگوں نے بھی دیکھا ہوگا اور اتنا محیر العقول واقعہ ضرور قلمبند کر کے شاہی خزانے میں محفوظ کر لیا ہوگا۔ یہ کہہ کر اس نے پرانے کاغذات طلب کیے جب اس سال کا رجسٹر کھولا گیا تو اس میں یہ درج تھا کہ آج رات چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر جُڑ گیا۔ اس پر وہ بادشاہ مسلمان ہو گیا اور بعد میں تخت و تاج چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ ہی عرب چلا گیا۔

۳۔ علامہ سید محمود شکری آلوسیؒ اپنی کتاب "ما دل علیہ القرآن مما یعضد الہیئۃ الجدیدۃ القویمۃ البرہان" میں ارشاد فرماتے ہیں :

میں نے تاریخ یمینی میں پڑھا ہے کہ جب سلطان محمود غزنویؒ ہندوستان پر بار بار حملے کر رہے تھے۔ انہوں نے بعض عمارتوں پر یہ تختی لکھی ہوئی دیکھی کہ اس عمارت کی تکمیل اس رات ہوئی جس رات چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

۴۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ جنوری ۱۹۸۵ء کے صفحہ نمبر ۲ پر خبر شائع ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ :

مصری سائنسدان ڈاکٹر فاروق الباز نے جو واشنگٹن میں طبقات ارضی اور اجرام فلکی کے تحقیقاتی مرکز کے ڈائریکٹر ہیں گذشتہ روز مصر کے صدر جناب انوار السادات سے ملاقات کی اور انہیں قرآن کریم کے اس نسخے کا ایک ورق پیش کیا جو اپالو ۱۵ کے خلا نورد چاند پر رکھ کر

باقی ص۱۲ پر

امجد علی شاکر، بی اے

"غیر جانبداری"

عام طور پر لوگ بڑے فخر سے اپنی غیر جانبداری کا اعلان کرتے ہیں حالانکہ یہ بات انتہائی باعثِ شرم ہوتی ہے۔ سیاسی میدان میں اپنی غیر جانبداری کا اعلان کرنا دراصل اپنی بزدلی کا اعلان کرنا ہے اور یہ اقرار کرنا ہے کہ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں کہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل، بُرے کو بُرا اور اچھے کو اچھا کہہ سکیں۔ بعض اوقات سیاسی میدان میں ظلم و تشدد، قتل و غارتگری پر بھی یہ لوگ اس لئے زبان نہیں کھولتے۔ وہ غیر سیاسی اور غیر جانب دار ہیں حالانکہ انہیں ایسے حالات میں غیر جانب داری کی جگہ بزدلی کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے۔ اور یہ انتہائی موزوں ہے بلکہ غیر جانب داری سے زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ بعض اوقات بزدل اپنے آپ کو بزدل کہتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں کیونکہ اس لفظ میں ہلکا سا احتجاج کا رنگ پایا جاتا ہے۔ غیر جانب دار اور غیر سیاسی لوگ اگرچہ اپنے آپ کو بڑے فخر سے "غیر جانب دار" کہتے ہیں لیکن یہ ان کے لیے فخر کی بجائے افسوس کا مقام ہوتا ہے اور وہ اس لفظ سے نہ صرف ملک و ملت کے مفاد کو دھوکہ دیتے ہیں بلکہ خود کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ اور خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بزعم خویش غیر جانب دار اور غیر سیاسی لوگ اصل میں اپنی خاموشی سے ظلم کی اعانت کرتے ہیں اور ظلم کی راہ میں حائل ہونے یا رکاوٹ بننے کی بجائے مظلوموں کی راہ کا پتھر اور سنگِ گراں ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ مظلوم انہیں اپنا رفیق اور ساتھی تصور کرتے ہیں۔ لیکن وقت پڑنے پر وہ ظلم کی بے چون و چرا اطاعت کرنے لگتے ہیں یہ لوگ دراصل ظلم کی افزائش کے سلسلے میں ان کا تعاون کرتے ہیں اور مظلوم کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اور ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ اعلانیہ اور صاف لفظوں میں اپنے آپ کو ظالم کا ساتھی کہہ سکیں۔ اس ڈر سے کہ مبادا مظلوم کل کو طاقتور ہو جائے اور ان سے ان لوگوں کو نقصان پہنچے۔

سیاسی میدان میں یہ حزبِ اقتدار کی اصولی یا کاملاً حمایت نہیں کرتے بلکہ کسی کسی جزوی امر پر صاد کرتے رہتے ہیں اور یہ سب کچھ اس ڈر سے کرتے رہتے ہیں کہ برسرِ اقتدار طبقہ کے مخالفین کے کسی بھی وقت اقتدار میں آنے کے امکانات ہوتے ہیں۔ بنابریں یہ حکومت اور مقتدر طبقہ کی کاملاً حمایت نہیں کرتے تاکہ اپنے آپ کو حکومت کے حمائیتیوں اور مخالفین دونوں میں شمار کرایا جا سکے۔ اور دونوں طبقات کو خوش رکھا جا سکے۔

ع باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

یہ لوگ جزوی طور پر حکومت کے کسی کسی کام کی حمایت کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ غیر سیاسی ہیں۔ اگر وہ حکومت کے کسی اچھے کام پر صاد کرتے ہیں اور خراجِ تحسین کے پھول نچھاور کرتے اور تعریف و توصیف کے گلدستے سجاتے ہیں تو انہیں حکومت کے غلط اقدامات اور اعمال پر تنقید بھی کرنی چاہیئے۔

ع یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

اس پر وہ فوراً "غیر سیاسی" ہونے اور "غیر جانبدار" ہونے کا چولہ پہن لیتے ہیں۔ اس پر انکی خدمت میں یہی عرض کی جا سکتی ہے کہ حضور! اگر حکومت کی غلطیوں پر تنقید کی راہ میں آپکی "غیر جانبداری" حائل ہوتی ہے تو حکومت کو تحسین پیش کرنے کی راہ میں رکاوٹ بننے کی بجائے ممد و معاون کیونکر ثابت ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ چولہ دھوکہ دینے کے لئے ہے۔ جو درحقیقت اس ڈر سے پہنا گیا ہے کہ کہیں وہ حکومت کے مخالفین کی نگاہوں میں نہ کھٹکیں۔ ورنہ وہ فی الحقیقت حکومت کے حامی ہی ہوتے ہیں۔

ایک لحاظ سے غیر سیاسی ہونا کوئی اخلاص اور حب الوطنی کی دلیل نہیں کیونکہ سیاست ملک کا ایک لازمی شعبہ ہے۔ جس کا تعلق ملک کی بقاء، ارتقاء اور فنا سے ہے۔ ملک کی ترقی اور تنزلی کا اسی پر انحصار ہے اور ایک ووٹر ہونے کی حیثیت سے ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ سیاست میں موجود کالی بھیڑوں کو دیکھے، اچھے آدمیوں کی پہچان کرے لیکن ان لوگوں نے ملک کے اس انتہائی لازمی شعبہ سے چشم پوشی کی ہوتی ہے۔ اور اسے نظر انداز کیا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ملک کی بقا و فنا سے کوئی تعلق نہیں اور انہوں نے اپنے خانۂ ذہن میں ملک کو بے حقیقت تصور کر رکھا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی غیر جانبداری انتہائی گھٹیا مقام پر جا پہنچتی ہے۔

دراصل غیر جانب داروں کی مثال ایسے جہاز میں سوئے ہوئے افراد کی سی ہوتی ہے جسے ایک گروہ ڈبونا چاہے دوسرا بچانے کی فکر

کر رہا ہو اور جہاز ڈبونے والوں کے مقابل آکر اپنے جہاز کا دفاع کر رہا ہو۔ ایسی حالت میں سوئے ہوئے افراد جہاز کو بچانے والوں کے معاون و مددگار نہ ہوں تو دراصل وہ جہاز کو ڈبونے والوں کے بالواسطہ معاون ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ڈبونے والوں کی راہ میں حائل ہونے کی بجائے بچانے والوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی۔ اور کم از کم ان کا اپنا بوجھ جہاز ڈبونے کا ایک ذریعہ بنا اور انہوں نے بچانے والوں کے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے اپنا بوجھ بھی ان پر ڈالا اور نقصان پہنچایا۔

بعینہ یہی حالت کارزار سیاست میں بھی ہے۔ کیونکہ بعض لوگ ملک کی نظریاتی بنیادوں کو تباہ کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ بلکہ نظریاتی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ خاموش رہتے ہیں اس لیے کہ یہ غیر جانبدار ہیں۔ نہیں دراصل انہیں حقیقت میں ملک کی نظریاتی بنیادوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے اگر ملک کی نظریاتی بنیادوں سے انہیں محبت ہے تو انہیں تباہ کرنے کے لیے اور ختم کرنے کے لئے اٹھتا ہوا ہاتھ ان کے دلوں میں طوفان کیوں نہیں اٹھاتا۔ یہ تڑپ کیوں نہیں اٹھتے۔ ان کے سکون کی دنیا تہہ و بالا کیوں نہیں ہو جاتی۔ عمل کی دنیا میں دیکھیں تو یہ انتہائی پرسکون نظر آئیں گے تو پھر وہی بات صحیح جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انہیں اپنے ملک کی نظریاتی بنیادوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ اس سے بے خبر ہیں اور اگر ہے تو پھر ایک ہی صورت ہے کہ انہیں محروم عقل و ہوش تصور کیا جائے انہیں بے بصیرت گردانا جائے کہ یہ حقیقت نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن اس وقت کیا ہوتا ہے۔ جب ملک کو بچانے کی سعی کرنے والا گروہ اور ملک کی نظریاتی بنیادوں پر فدا ہونے والا گروہ اور ان سے محبت کرنے والا گروہ اور ان پر وار ہوتا دیکھ کر تڑپ اٹھنے والا گروہ پکار پکار کر انہیں بیدار کرنے کی سعی کرتا ہے تو بھی غیر جانبداری کا پردہ کچھ سننے نہیں دیتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ انتہائی بزدل ہیں۔ حق کی حمایت کی ان میں جرأت نہیں۔ برائی کی مخالفت کا یارا نہیں اور یہ دراصل عافیت کوش کبوتر ہیں۔ جو اپنا آشیاں جلتا دیکھ کر کہیں اور سر چھپا لیتے ہیں۔ اور آگ بجھانے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی آگ بجھانے والوں کی اعانت کر سکتے ہیں۔ یہ غیر جانبدار لوگ ایسے ہی عضو معطل ہوتے ہیں جو ملک وملت کے لیے انتہائی خطرے کے وقت ملک و قوم اور دین وملت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں یہ اجتماعی خطرے کے وقت انفرادی حفاظت کو مقدم سمجھتے ہیں اور ذاتی مفاد پر قومی، دینی و ملی مفاد قربان کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اجتماعی خطرے کے وقت انفرادی حفاظت چاہنا ملک و قوم کو دھوکہ دینا اور ان سے غداری کرنے کے مترادف ہے۔ اس وقت لازم ہے کہ انفرادی قربانی دے کر اجتماعی مفاد کا تحفظ کیا جائے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

جو قومیں اجتماعی طور پر زندگی کا تماشا ایک غیر جانبدار اور خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھنا شروع کر دیں تو زمانہ جلد ہی ان کے زوال بے کسی اور بے بسی کا تماشا دیکھتا ہے۔

تعلیمی ماحول کا جائزہ

ذرا تعلیمی ماحول کا جائزہ لیں آپ کو ایک گروہ ایسا نظر آئے گا جنہوں نے اپنے نصاب تعلیم کو سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی ہوگی۔ اور اپنے ملک کی نظریاتی بنیادوں اور اپنے قومی، ملی، دینی نظریات و عقائد سے اس نصاب تعلیم کا تعلق نہ دیکھا ہوگا اور اپنے آپ کو غیر سیاسی کی خوبصورت و دلفریب اور حسین و جمیل حلقہ ہائے زنجیر میں قید کر رکھا ہے۔ حالانکہ تعلیم کے بارے میں سوچنا اور اپنے نصاب کو دیکھنا اور اپنے ذہنی رجحانات سے اس کا تقابل کرنا ایک محب وطن اور دین سے محبت کرنے والے طالب علم کا لازمی فریضہ ہے جس سے کسی صورت اور حالت میں بھی بریت نہیں ہو سکتی۔ ایک پاکستانی مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کیونکہ اس کا تعلق ملت کی تعمیر و تخریب سے ہے۔ اگر یہ نظام صحیح اور درست بنیادوں پر استوار ہوگا تو اس کے تربیت یافتہ لوگ بہترین شہری، محب وطن پاکستانی اور اچھے مسلمان ثابت ہوں گے۔ اور اگر غلط مخربانہ غیر اخلاقی بنیادوں پر لارڈ میکالے کے ذریعے استوار کئے گئے نظام اور بنیادوں کے مطابق تعلیم ہوگی تو ایسی ہی پود تیار ہوگی جو ملک کی تخریب اور ملت کے انتشار کا باعث ہوگی اور ملکی و ملی عقائد و نظریات سے غافل ہو کر اپنی قوم کو نقصان پہنچاتی رہے گی لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بہت سے لوگ اس بات سے غافل ہیں اور اسے بے حیثیت تصور کرتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے یا تو یہ محروم عقل و خرد ہیں یا ان کے ذہن محدود ہیں اور احساس کمتری کا شکار ہیں۔ اور اپنی حیثیت کو نہیں پہچانتے بزدل ہیں۔ اور بولنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ یا انہیں اپنے ملک کی نظریاتی بنیادوں اور اپنے عقائد و خیالات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یا یہ حقیقت حال جاننا نہیں چاہتے اور یہ صرف انفرادی آرام کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ کارزار حیات میں انفرادی کامرانی اور دولت کا حصول ان کے مدنظر ہوتا ہے۔ اور ان کا مقصد حیات نفس کی آسائش اور آرام کے گرد گھومتا رہتا ہے۔ اگر ان کا مقصد زندگی اس سے ارفع ہے تو یہ اپنے نصاب کو کیوں نہیں دیکھتے، اس کی اسلام کش پالیسی پہ تڑپ کیوں نہیں اٹھتے اور پھر اس کے اثرات — طلباء کا مغربیت کے سانچے میں

ڈھلنا، مغرب کی اندھا دھند پیروی نفس کی بے محابا تسکین کو مقصدِ زندگی سمجھنا — ہپّی ازم وغیرہ کو دیکھ کر یہ تڑپ کیوں نہیں اٹھتے، ملک کے نونہالوں کو گمراہی پر گامزن دیکھ کر ان کے دلوں میں طوفان کیوں نہیں اٹھتا وجہ کیا ہے۔ وہی جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ انہوں نے غلط نصابِ تعلیم پر اپنے آپ کو فارغ کر رکھا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر رکھا ہے۔ اور اپنے آپکو عضوِ معطّل بنا کر غلط نصاب کے رفقار کی جھولی میں ڈال دیا ہے۔ اور رفیقان شب کے رفیق ہو چکے ہیں۔ یہ غیر جانبداری نہیں ظلم کی رفاقت ہے۔ کفر کی اعانت ہے۔ اور لارڈ میکالے کے نظام کی خاموش لیکن عملی حمایت ہے۔ اسی غیر جانبدار گروہ کی وجہ سے اب تک یہ نصاب ہمارے تعلیمی اداروں پر مسلّط ہے ورنہ یہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا ہم اس کے تار و پود بکھیر دیتے۔ اس کے ثقف و بام گرا دیتے۔ اگر یہ لوگ اس نصاب کے معاون نہ ہوتے اور یہ ہماری راہ میں رکاوٹ نہ بنتے اور اس نصاب کے خاموش اور عملی حمائتی نہ ہوتے ؎

ہیں اگر سوختہ ساماں ہو تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے
کوئی کافر مری تذلیل نہ کر سکتا تھا
مرحمت کی ہے یہ سوغات مسلماں نے مجھے

بین الاقوامی معاملات میں برسرِ پیکار ممالک کے متعلق بعض ممالک غیر جانبداری کی پالیسی اپناتے ہیں حالانکہ ایک ملک ظلم کر رہا ہوتا ہے۔ انسانیت کو خاک و خون میں تڑپا رہا ہوتا ہے۔ انسانوں کو قتل کر رہا ہوتا ہے۔ وحشت برپا کئے ہوتا ہے اور یہ اپنی غیر جانب داری کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہوتے ہیں۔ گویا انہیں انسانیت سے کوئی ہمدردی نہیں۔ انسانی جانوں کا ضیاع انکے نزدیک بے حیثیت ہے خاک و خون میں تڑپتی ہوئی انسانیت ان کے دلوں میں ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ انہیں انسانیت سے یہی محبّت ہے ؏

تفو بر تو اے چرخ گرد وں تفو

یہ درحقیقت ظالم کی خاموش حمایت کرتے ہیں مگر اس بات کو واضح نہیں کرتے کیونکہ یہ دنیا میں معزز بھی رہنا چاہتے ہیں۔

؏ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ہاں! غیر جانبداری کی چند صورتیں!!

کسی ملک میں اقلیت ہونے کی وجہ سے یہ کسی گروہ کی واضح حمایت کر کے اپنی قوم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن اس وقت اپنی قوم کے مفاد اور قوم کے اتحاّد اور اس کی ترقی سے گریزاں ہونا غلط ہے۔ اسی طرح جب عالمی سیاست میں دو ظالم ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہوں تو غیر جانبدار رہا جا سکتا ہے تاکہ ظالم طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرا کے ختم ہو جائیں اور دوسری مظلوم اور کمزور انسانیت انکے ظلم سے بچ جائے۔ غیر جانب داری صرف اسی صورت میں اپنائی جا سکتی ہے، اور درست بھی کہلا سکتی ہے لیکن اسے دوسرے مقامات پر استعمال کرنا غلط اور مذموم فعل ہے۔

اس تمام درازِ نفسی سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ظالم اور ظالم کے درمیان پیکار ہو تو غیر جانب داری اپنائی جا سکتی ہے لیکن ظالم اور مظلوم، حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، آمر اور جمہور، جابر اور مجبور، قاتل اور مقتول کے درمیان آویزش ہو تو غیر جانب داری انتہائی گھٹیا، غلط اور مذموم ہے اور غیر جانبداری کے لفظ کا غلط استعمال ہے۔ اور درحقیقت ظالم جابر، باطل جھوٹ آمر اور قاتل کی حمایت مقصود ہوتی ہے۔ اور یہ بزدلی کے مترادف ہے۔ یہاں پر ایک اور بات کی وضاحت کر دوں حدیث پاک میں ہے کہ جب کیسی کو برائی میں ملوث دیکھو تو ہاتھ سے روکو، ورنہ زبان سے روکو اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو دل سے برا جانو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ یہ غیر جانب دار لوگ اپنے آپ کو بعض اوقات اعلانیہ ایمان کے تیسرے اور کمزور ترین درجہ میں مبتلا کرتے ہیں تو ان سے درخواست ہے کہ مومن کو ایمان کے افضل ترین درجے کی خواہش اور کوشش کرنی چاہیئے۔ اور مومن کی خواہش اور اس کا آئیڈیل افضل ایمان ہی ہو سکتا ہے ایمان کا کمزور ترین درجہ اختیار کرتا اور کمزور بننا کوئی فخر کی بات نہیں اور یہ اپنی ایمانی حیثیت کو زندہ اور بیدار رکھنے سے زیادہ اپنی مادی حیثیت کو برقرار رکھنے کی خواہش کا نتیجہ ہے۔ جو کسی صورت میں بھی لائق تحسین نہیں ہو سکتا۔ اور جب اجتماعی طور پر حق پر ابتلا کا وقت آ گیا ہو ظلم حق کو محو کرنے اور معدوم کرنے کی فکر و سعی میں مصروف ہو اس وقت تو ایمان کا کمزور ترین درجہ اختیار کرنا انتہائی غلط اور مذموم فعل ہے اس وقت تو اس حکم قرآنی پر عمل کرنا واجب اور فرض ہے۔

نکلو اللہ کی راہ میں ہلکے یا بھاری (القرآن)

بقیہ : مُعجزۂ شقُ القمر

آئے ہیں۔

ڈاکٹر فاروق نے صدر سادات کو مریخ کی ایک وادی کا ماڈل پیش کیا جسے وادئ قاہرہ کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ چاند پر سے لی گئی عرب ممالک کی رنگین تصویر پیش کی اور چاند پر موجود ایک دراڑ کی تصویر بھی پیش کی جسے عرب دراڑ کا نام دیا گیا ہے اور جس کے بارے میں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جب چاند دو ٹکڑے ہوا تھا تو دوبارہ جڑتے وقت یہ دراڑ رہ گئی تھی۔

صدر سادات نے ان تمام دستاویزات کو مصر کے سائنسی ریسرچ سنٹر میں رکھنے کی ہدایت کر دی ہے۔

محمد حنیف رانتقانی۔ ایم اے عربی و اسلامیات

احتجاج احتجاج ؟

وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ اس کی آہ و بکا سے دل دھل رہے تھے۔ اس کی چیخیں سننے والے کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر جابجا زخم تھے اور ان زخموں سے خون بہہ رہا تھا، اس کا لباس تارتار اور دوپٹہ غائب تھا۔ اس کی حالت پر ہر حساس دل مجروح ہو رہا تھا، وہ سینہ کوبی کرتے ہوتے جارہی تھی۔

ہائے اللہ! یہ کون ہے؟ کس کی لاڈلی ہے؟ کس کی لختِ جگر ہے؟ کس کی عزت ہے؟ اور ہاں! کس کے ظلم کے خلاف دھائی دے رہی ہے؟ اِسے کس ظالم نے مارا ہے؟ اس کے لباس کو کس درندہ صفت انسان نے تار تار کیا ہے؟ ذرا اس کا پتہ لگانا چاہیے۔ بڑی مظلوم لگتی ہے بیچاری! مگر وہ تو دوڑے جارہی ہے اگر وہ دوڑ رہی ہے تو پھر کیا ہوا۔ سُبک رفتاری سے اس کا پیچھا کرنا چاہیے۔ اب کہاں ہے؟ وہ آگے آگے ہم پیچھے پیچھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

ہیں ہیں! یہ تو حکومت کے "چوہدری" کے پاس جارہی ہے۔ پھر ضرور کسی کے ظلم کی ستائی ہوئی ہوگی۔ اور ہم! ہم بھی دبے پاؤں جا داخل ہوئے۔ اندر حکومت کا چوہدری اپنے چیلے چانٹوں کے ساتھ بڑے کرّ و فر سے فروکش ہے۔ وہ انہیں غضب آلود نگاہوں سے دیکھتی ہے اور وہ سب اسے نفرت انگیز نگاہوں سے...... مگر اسے ان کی نفرت کی پرواہ نہیں۔ وہ بڑے رُعب دار انداز میں بولتی ہے۔ اس کی آواز جرارت مندانہ ہے۔

ارے چوہدری! ذرا میری بھی سنو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ مَیں کون ہوں؟ اور مَیں کیا کہنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرا مقام کیا ہے؟ اور تم نے مجھے کونسا مقام دے رکھا ہے کیا تمہیں معلوم ہے تم نے میرے نام پر دکانداری چلا رکھی ہے اور کیا کیا ردّی مال فروخت کر رہے ہو۔ ارے ظالم! سُنو! مَیں "جمہُوریّت" ہُوں۔ "چوہدری" اور اس کے چیلے منہ کھولے اس کی طرف پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ یُوں لگنے لگا جیسے ان کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے۔ کمرے میں مکمل سکوت طاری ہے۔ تمہارے منہ میں گھنگنیاں کیوں پڑ گئیں تم تذب ذب میں کیوں پڑ گئے۔ تم تحیر کا شکار کیوں ہو گئے؟

ہاں ہاں سچ جانو اور یقین کرو مَیں واقعی "جمہوریت" ہوں۔ اس پر "چوہدری" نے بڑی لجاجت سے کہا: او ماں! آؤ ہمارے سَر آنکھوں پر بیٹھو۔ ہُوں! سر آنکھوں پر! اور ساتھ ہی اس نے زور دار قہقہہ لگایا۔

ہاں! ہاں! ہاں! ہاں! مَیں تو بڑی دیر سے آپ کے سر آنکھوں پر بیٹھی ہوں۔ ارے ظالم! تم نے میرے نام پر عوام کو دھوکہ دیا۔ تم نے میرے نام پر عوام سے فریب کھیلا۔ تم نے میرے نام پر ووٹ حاصل کئے، مگر جب تم کو ووٹ مل گئے تو تم اندھے ہو گئے۔ اقتدار کے نشے نے تمہیں مدہوش کر دیا۔ تمہارے حواس مختل ہو گئے۔ تمہاری آنکھیں خون آشام ہو گئیں۔

ظالم! مَیں (جمہُوریّت) عوام کی آزادی کی محافظ ہوں، مگر تم نے عوام کی آزادی چھین لی، اور غلامی کا نام آزادی رکھ دیا۔ تم نے ان کو حقِ تقریر و تحریر سے محروم کر دیا۔ ان کی زبان پر پابندیاں لگا دیں۔ ان کی سوچوں پر پہرے بٹھانے کی کوشش کی۔ تم نے ان کے خیالات پر قدغن لگانے کی سعیٔ لاحاصل کی۔ تم نے بار بار دفعہ ۱۴۴ لگا کر ان کے دل کی دھڑکنوں کو روکنے کی کوشش کی اور ظلم پر ظلم یہ کہ تم نے یہ افعالِ قبیح کر کے بڑے طمطراق سے اعلان کیا۔ یہ سب کچھ جمہوریّت کے استحکام کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ گویا کہ تم نے میرے منہ پر طمانچے مارے......... اس پر سب کے سر شرم کے مارے جھک گئے۔ ایوان میں خاموشی طاری ہو گئی۔

پھر ایک گرجدار آواز بلند ہوئی۔ مَیں جمہوریت جان و مال کی محافظ ہوں، مگر تم نے اپنے ہر دشمن کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ان کے خُونِ اطہر سے اپنے ہاتھ رنگے۔ ان کی لاش کو سرِ مقتل لٹکا کر اعلانِ عام کیا کہ جمہوریت کے دشمنوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اب جمہُوریّت کا کوئی دشمن باقی نہیں ہے ——— اگر کسی نے تم سے احتجاج کیا تو تم نے اس کو پٹوایا کہ وہ حالت نزاع میں جا پہونچا۔ تم نے یہ متبرک کام کر کے ہُوں! متبرک نہیں! نہیں ظلم کر کے

میرے پاکیزہ لباس کو تار تار کر دیا۔ میں جمہوریت ہر شہری کی آراء کا احترام کرتی ہوں، مگر تم نے ہر ذی رائے کو جس نے تم سے اختلاف کیا، پابند سلاسل کر ڈالا۔ تم نے اپنی رائے کو جمہوریت سمجھا۔ میں نے تمہیں احساس دلایا تو تم نے مجھ پر لاٹھیاں برسا دیں جس سے میں زخمی ہوگئی۔

میرے نظام میں ارباب اقتدار کے محاسبے کے لیے مضبوط حزب اختلاف کا ہونا ضروری ہے مگر تم نے حزب اختلاف کے افراد کے انفاس کو روکنے کی کوشش اور انہیں ابدی نیند سُلانے کی سعی کی۔ گویا تم نے میرے منہ پر تھوک کر کہا۔ لو بی جمہوریت! یہ تھوک تمہارے چہرے کے نکھار کو چار چاند لگا دے گی۔ تف ہے تمہارے اس فعلِ قبیح پر۔ میں جمہوریت خوشحالی کی ضامن ہوں۔ میں اپنے باشندوں کو بھوکا ننگا نہیں دیکھ سکتی۔ مگر تم نے انہیں بھوکا مارا اور ننگا رہنے پر مجبور کر دیا۔ جب انہوں نے تمہیں میرا واسطہ دیکر رحم کی درخواست کی تو تم نے شان بے نیازی سے کہا جمہوریت میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ ہم کیا کریں۔ گویا تم نے میرے سر پر راکھ ڈال دی۔

ظالمو! میں چوروں اور ڈاکوؤں کے لیے موت کا پیغام ہوں، مگر تم چوروں اور ڈاکوؤں کے محافظ ہو۔ میں قاتلوں، زانیوں، شرابیوں، جوے بازوں سٹے بازوں، اٹھائی گیروں اور مجرموں کے لیے اجل ہوں، مگر تم ان سب کو حیاتِ جاوید سناتے ہو۔ میں امن کی ضامن ہوں، مگر تم بدامنی کو امن کہتے ہو۔ وائے افسوس تمہاری مکاری پر۔ میں جمہوریت دشمن افراد پر ذہن تنگ کر دیتی ہوں۔ مگر تم ان کے ملجا و ماویٰ بنے ہوتے ہو۔

ارے ظالمو! تم کب تک میرے نام پر اپنی دوکانداری چمکاتے رہو گے؟ تم کب تک میرے نام پر ظلم ڈھاتے رہو گے؟ تم کب تک میرے نام پر عوام کو ظلم وستم کا نشانہ بنائے رکھو گے؟ میں عوام کو بتلاؤں گی کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں یہ میرے دشمن ہیں۔ یہ اقتدار کے بھوکے ہیں، یہ ہوس کے بندے ہیں۔ اس پر چوہدری کا ایک چیلہ غصے سے لال پیلا ہوگیا۔ اس نے ایک دم جمہوریت پر گولی چلا دی، گولی اس کے سینے میں پیوست ہوگئی۔ وہ چیخ مار کر دھڑام سے زمین پر گر پڑی۔ جسم سے خون بہنے لگا۔ خون سے زمین احمر ہونے لگی — اس کی نبض سست ہوگئی اور سانس رکنے لگی۔ اس نے دھیمی سی آواز میں کہا: ظالمو! تم کبھی میرے نام پر عوام کو دھوکہ نہیں دے سکو گے۔ تم نے مجھے مار ڈالا ہے، مگر تم اپنے انجام سے بھی ہوشیار رہو۔ تمہارے دن گنے جا چکے ہیں ——— اس پر ایوان میں تمسخرانہ قہقہہ لگتا ہے اور اس کے ساتھ ہی جمہوریت کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے

ارے! اسے گندی نالی میں پھینک دو! چوہدری صاحب حکم دیتے ہیں۔ اس پر ایک چیلہ اٹھتا ہے اور جمہوریت کو کندھے پر ڈال کر چلتا بنتا ہے ——— چوہدری قہقہہ لگا کر کہتا ہے: اب ہم ہی جمہوریت ہیں۔ ہماری ہر بات جمہوریت ہے۔ ہمارا ہر فعل جمہوری ہے۔ ہمارا سونا بھی جمہوری ہے اور ہمارا جاگنا بھی، ہمارا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا سب جمہوری ہیں اور ہمارے سوا باقی سب غیر جمہوری ——— بالکل ٹھیک! چیلے بیک زبان کہتے ہیں۔ پھر ایک زوردار نعرہ لگتا ہے:

جمہوریت زندہ باد۔ جمہوریت زندہ باد

عبدالمتین چوہدری سے ملاقات

گذشتہ دنوں ماہنامہ تبصرہ کے نامہ نگار نے جمعیۃ طلباء اسلام کے رہنما متین چوہدری سے ایک طویل ملاقات میں طلبہ کی تنظیم کے خط وخال کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کے موجودہ طریقہ تعلیم پر بحث وتمحیص کی۔ یہ دلچسپ ملاقات تبصرہ کے مارچ کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

منیجر تبصرہ ۲ گلشن کالونی شادباغ لاہور

بقیہ ہماری خارجہ پالیسی

جس کے ساتھ صدیوں پرانے مذہبی، تہذیبی ثقافتی اور جغرافیائی رشتے موجود ہیں اس کے ایجنٹ پاکستان کے ٹکڑے کرنے کے درپے ہو کر اسلحہ سے لیس ہو کر پاکستان میں گھس آئے وہ افغانستان جو پاکستان کے پولیس ایکشن کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ اس نے پاکستان میں گوریلوں کو مسلح کر دیا اور ایک عظیم اپوزیشن لیڈر کو ساتھ ملا کر اس کی جماعت کے ذریعے ملک میں دھماکے شروع کر دیئے۔ ایک وزیر کو ہلاک کر دیا اور نہ معلوم کیا کیا الم غلم خبریں ریڈیو اور ٹیلی ویژن اور مقبوضہ پریس سے عوام کے کانوں اور ذہنوں میں ٹھونسی جارہی ہیں۔ عوام ان طلسماتی خبروں مافوق الفطرت کارروائیوں پر انگشت بدنداں ہیں، جب کہ باشعور تعلیم یافتہ حلقے تمام حالات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔

گویا پاکستانی عوام جو مسلم دشمن امریکہ کی اسرائیل نوازی عربوں کو دی جانے والی امریکی گیدڑ بھبکیوں ترکی سے کی جانے والی امریکہ کی غداری اور دوسرے مسلم کش امریکی اقدامات کے خلاف احتجاج کرتے ہوتے حکمرانوں پر دباؤ ڈال سکتے تھے کہ وہ

۱۔ اس بدترین اسلام دشمن طاقت کے ظالمانہ پنجوں سے پاکستان کو نکالیں اور تیسری دنیا بالخصوص مسلم ممالک کے ساتھ مل کر سامراجی طاقتوں کے خلاف آواز اٹھائیں۔

اور:

۲۔ ازلی دشمن بھارت کے ساتھ معاہدات اور تعلقات کی بحالی کی بجائے پہلے مسلم برادری کے ملک افغانستان سے دوستانہ تعلقات قائم کیے جائیں۔ اور:

۳۔ اندرا عبداللہ گٹھ جوڑ کے خلاف عالمی سطح پر اقدامات کریں۔

عوام کی توجہ ان اہم مسائل سے ہٹانے کے لیے ملک کو اندرونی خلفشار کا شکار بنا دیا گیا ہے۔

رپورٹنگ عمیر الہاشمی

معارفِ الٰہیہ کی کوئی حد نہیں!

جامعہ اشرفیہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا

خطاب

جنّت میں پہونچ کر یہ نہیں ہوگا کہ کسی ایک مقام پر رُک جاتیں۔ اس لیے کہ جنت مقام ہے کمالات ربانی کے کھلنے کا۔ ظاہری نعمتوں کے علاوہ باطنی نعمتیں بھی بے شمار ملیں گی اور معارفِ الٰہیہ کی کوئی حد ہی نہیں ہوگی۔ علم بڑھتا جائے گا۔ حدیث میں ہے: حافظ قرآن کو فرمایا جائے گا کہ تلاوت کرتا جا اور ترقی کرتا جا۔ یعنی جتنی قرآن کی آتیں ہیں اتنے ہی مقامات ہیں اور ان مقامات کی اتنی ہی لامحدود کیفیات ہیں۔ جس مقام پر پہونچو گے لامحدود نعمتیں، کیفیات محسوس ہوں گی اور معلوم ہوگا کہ اب تک کچھ ملا ہی نہیں تھا۔ جیسا کہ دنیا میں ایک آیت لاکھوں علوم پر مشتمل ہوتی ہے۔ جتنا اس کے سمندر میں غوطہ لگاؤ تہہ نہیں ملتی۔ مفہوم نکلتے چلے آتے ہیں۔ معنی در معنی در معنی، جتنا کریدو گے علم کے نیچے تہہ بتہہ علوم۔ آخر اللہ کا کلام ہے معجزہ ہے۔ اس طرح سے جب وہاں ایک ایک آیت کے حقائق کیفیات کی صورت میں نمایاں ہوں گے تو ان کی بھی کوئی حد نہیں ہوگی، حتیٰ کہ ایک ہی آیت کی کیفیات کو پاتے پاتے ہزاروں لاکھوں برس گزر جائیں گے۔ اتنے بے انتہا درجات ہیں کہ ان کی لذات سے انسان فارغ نہیں ہوگا۔ اسی لیے میں عرض کر رہا تھا کہ جنت میں بھی جا کر انتہا کو نہیں پہونچو گے۔ روز بروز ترقی ہوگی۔ یہی آتیں جو آپ نے پڑھی ہیں شکل بدل بدل کر نعمت کی صورت میں آپ کے سامنے آئیں گی۔ دنیا میں جو عمل کرتے ہو یہی عمل روپ اختیار کر کے آپ کو ملے گا۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

السخاوۃ الشجرۃ فی الجنۃ

یعنی جنت میں سخاوت ایک درخت کی شکل میں نمایاں ہوگی۔

عملاً آپ نے فقیر کو پیسہ دیا۔ یعنی آپ نے فقیر کے سر پر سایہ کیا۔ اسکی سرپرستی کی۔ گویا آپ نے فقیر کو اپنے زیر سایہ لے لیا اور وہ بے چارہ مطمئن ہوگیا۔ اس عمل نے جنت میں جا کر ایک درخت کی شکل اختیار کر لی۔ جیسے آپ نے فقیر کو اپنے زیر سایہ رکھا اسی طرح درخت کے سائے میں آپ آگئے۔ اس کو آپ نے پھل دے کر بچایا تو جنت میں درخت آپ کو پھل دے گا۔ جس سے آپ کی زندگی ترقی کرے گی اس لیے کہ جزا بمطابق عمل ہوگی۔ آپ کا عمل درخت کی صورت میں ظاہر ہوگا اور درخت سایہ بھی کرتا ہے، پھل بھی دیتا ہے اور فرحت بھی بخشتا ہے۔

تو جس طرح ایک جوان آدمی کی جوانی کچھ علامات سے پہچانی جاتی ہے۔ اسی طرح سے اس کے روحانی مقامات اور حد بلوغ بھی چند علامات سے پہچانا جاتا ہے۔ جب علمی طور پر وہ بالغ ہوگا تو اساتذہ شہادت دیں گے۔ علامت اس کی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں سند اور سر پر پگڑی باندھیں گے جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ علمی طور پر بالغ ہوگیا ہے۔ جیسے جوان آدمی کے لیے مسیں بھیگنا، داڑھی آنا اور چہرے کا چوڑا چکلا ہو جانا اس کے بلوغ کی علامات ہیں۔

حقیقت اگر اچھی ہے تو اس کی علامات بھی قابل تعریف ہوں گی۔ مثلاً آپ کو گلاب کی خوشبو محبوب ہے تو اس کی پنکھڑیاں بھی اچھی لگیں گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ انہیں آپ انگلیوں سے مسل دیں۔ گلاب کے پتے بھی آپ کو عزیز ہوں گے کیونکہ اگر شکل پامال ہوگئی تو وہ خوشبو کہاں باقی رہے گی۔

علم کی خوشبو بھی اپنے پیکر میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ علم واجب التعظیم ہے تو وہ شخصیت بھی واجب التعظیم ہوگی۔ اس کو جو سند ملے گی وہ بھی واجب الاحترام ہوگی۔ جو پگڑی ملے گی وہ بھی قابل قدر ہوگی۔ یہ علامات ہیں جن سے آپ کو نظر آجائے گا کہ اس کے اندر علم و کمالات ہیں۔

کلام کی حقیقت اس کے متکلم سے جھلکتی ہے۔ جب کلام سامنے آئے گا تو آپ سمجھ لیں گے کہ ایسا ہی متکلم بھی ہوگا۔ جیسی علامتیں سامنے آئیں گی آپ سمجھ لیں گے کہ ایسی ہی اس کے اندر حقیقت ہوگی۔ سر پر پگڑی ہاتھ میں سند اور اساتذہ کی شہادت علامت ہے اس بات کی کہ واقعی اس کے اندر کوئی اچھی حقیقت ہے۔ وہ حقیقت بھی واجب الاحترام ہے اور یہ علامتیں بھی واجب الاحترام

مجھے حضرت تھانویؒ کا فرمایا ہوا واقعہ یاد آگیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ جس سال ہم نے دارالعلوم

میں تعلیم پائی دورہ میں کل چودہ لڑکے تھے، مگر تھے سارے مثالی۔ جب ہم دورہ سے فارغ ہوتے تو مدرسہ نے فیصلہ کیا کہ دستار بندی کا جلسہ منعقد کیا جاتے جس سے ہمیں بڑی فکر ہوئی۔ کیونکہ ہمارے اندر نہ کوئی قابلیت ہے نہ لیاقت اور برسرعام ہماری دستار بندی کی جائے گی تو کہیں ہم اساتذہ کے بدنام کنندہ نہ ہو جائیں ہم اس قابل ہی نہیں کہ ہمیں پگڑی دی جائے۔ لہٰذا اس جلسے کو روکنا چاہیے۔ زمانہ خیر کا تھا، تواضع اور کسرنفسی بھری ہوئی تھی۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ سب نے مجھے وکیل بنایا۔ چنانچہ مَیں مسجد کی چھت میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت سننے میں آرہا ہے کہ دستار بندی کا جلسہ ہوگا اور ہمیں پگڑی باندھی جائے گی۔ اگر یہ امر ہے تب تو ہم تعمیل کریں گے، لیکن اگر اس میں کچھ کہنے سننے کی گنجائش ہے تو ہم نالائق اس قابل نہیں کہ ہمیں پگڑی باندھی جائے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس سے ہم اساتذہ کی بدنامی کا باعث نہ بن جائیں۔ اس لیے جلسہ کو روک دیا جائے۔ تو حضرتؒ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب میں جوش رحمت پیدا ہوا اور پہلا جملہ تو یہ فرمایا کہ یہ تمہاری سعادت مندی ہے جو تم ایسا سمجھتے ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب تک آدمی اپنے بڑوں کے سامنے رہتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ مَیں نالائق ہوں اور ہمیں سمجھنا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ ہم جو کر رہے ہیں وہ عافی بیننا وبین اللہ مطمئن ہو کر کر رہے ہیں۔ ہمیں تمہاری استعداد پر اعتماد ہے۔ حق تعالےٰ کی طرف سے ہمیں شرح صدر دیا گیا ہے۔ اس لیے ہم نہ صرف پگڑی باندھیں گے، بلکہ یہ بھی اعلان کریں گے کہ جس فن میں جس کا جی چاہے ان سے مناظرہ کرلے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مَیں کانپ گیا کہ آتے تھے نمازیں بخشوانے۔ روزے بھی گلے پڑ گئے۔ اس کے بعد مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جملہ فرمایا کہ "تمہاری سعادت مندی ہے کہ اپنے کو نالائق سمجھتے ہو باقی عام طور سے دنیا گدھوں سے بھری ہوئی ہے۔ جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہوگے" اور واقعی پھر ہم نے دیکھا کہ جہاں بھی گئے ہم ہی ہم نظر آئے۔ کسی دوسرے کی دال گلتی نہ دیکھی۔ یہ صرف ان بزرگوں کے قول کا اثر ہے اور اس حقیقت کا جو ان کے ذریعہ سے ہمارے قلوب میں پہونچی۔

اس لیے مَیں کہتا ہوں کہ جن کو دستار دی جائے ان میں یہ جذبہ ہونا چاہیے کہ یہ بزرگوں کی طرف سے ایک عطیہ اور تبرک ہے، مگر ہم اس قابل نہیں کہ اس عطیے کو اپنے پاس رکھ سکیں۔ شائد اس کی برکت سے حق تعالیٰ ہمارے دل میں کوئی پاکیزگی عطا فرما دے۔ اس لیے کہ بعض دفعہ جب صورت اچھی ہوتی ہے تو حقیقت بھی اچھی آجاتی ہے، جب اچھی ہیئت بنے گی تو امید ہے کہ اللہ کی طرف سے حقیقت بھی اچھی بن جائے۔ حدیث شریف کا مشہور واقعہ ہے:

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا کسی اور غزوہ سے واپس آرہے تھے۔ مدینہ چند میل دُور تھا کہ شام ڈھل گئی، عادت شریفہ تھی کہ آپ رات کو شہر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے پڑاؤ ڈال لیا گیا۔ لشکر خیمہ زن ہوا۔ نماز کے لیے اذان ہوئی۔ جیسا کہ فوج کو دیکھ کر بچے جمع ہو جاتے ہیں اسی طرح سینکڑوں بچے جمع ہو گئے تھے جب اذان ہوئی تو بچوں نے اذان کی نقل اتارنا شروع کی۔ شور ہونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو پکڑنے کو کہا۔ حضرات صحابہؓ بچے پکڑنے دوڑے تو بچے بھاگ گئے۔ ابو محذورہ نہ جوان تھے نہ ہی بچے۔ انہیں بھاگنے سے غیرت آئی اور ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ صحابہؓ نے پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے جرات سے کہا کہ اذان دے رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ نقل اتارو انہوں نے کہا **اللہ اکبر** کہا مگر آہستہ، آپؐ نے فرمایا کہ زور سے کیوں نہیں کہتے پھر انہوں نے موذن کی طرح زور سے کہا۔ اس کے بعد:

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ (توحید کا مسئلہ آیا) تو پھر آہستہ پڑھنے لگے۔ رسول اللہؐ نے با آواز بلند پڑھنے کو فرمایا تو انہوں نے پھر بلند آواز سے پڑھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ آگے چلو (اب آگے جھگڑے کی چیز تھی کیونکہ توحید کے تو کسی قدر مشرکین مکہ بھی قائل تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے نیچے بہت سے خدا بنا رکھے ہیں) کافی تذبذب کے بعد انہوں نے آہستہ سے پڑھا:

اشھد ان محمد رسول اللہ۔

رسول اللہؐ نے فرمایا زور سے۔ پھر انہوں نے بلند آواز سے پڑھا۔ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اب جا سکتے ہو تو ابو محذورہؓ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اب مَیں کہاں جاؤں؟ اب تو مَیں آپؐ کی غلامی میں آگیا ہوں۔

بقیہ: بڑی طاقتوں کے مفادات

اپنے اقتصادی اور فوجی منصوبوں کو از سرِ نو تشکیل دینا چاہیئے۔ طویل عرصہ تک مغربی ممالک کی نفع اندوزی کا شکار رہنے کے بعد اب ہمیں بھی بدلتے ہوئے حالات پر نظر رکھتے ہوئے عرب ممالک کی پرخلوص دوستی کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ سیاسی تدبّر اور حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے امریکہ کی بے مقصد خوشامد اور چاپلوسی کو ترک کر کے وسائل کو صحیح معنوں میں استعمال میں لاکر غیور اور باوقار قوموں کی طرح ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے جہاں ہمیں اپنی خارجہ پالیسی میں نمایاں تبدیلی کرنی ہے وہاں داخلی حالات کو بھی مضبوط و مستحکم بنانا اشد

سیّد افضال احمد زیدی

بڑی طاقتوں کے مفادات

قارئین نے یہ خبر پڑھ ہی لی ہوگی کہ امریکہ نے سینٹو اور سیٹو میں اپنے حلیف ترکی کو فوجی امداد کی سپلائی پر پابندی عائد کر دی ہے دراصل اس وقت بین الاقوامی سیاست میں مسلسل تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ بڑی طاقتوں نے چھوٹی قوموں کے بارے میں اپنی پالیسی یکسر تبدیل کر لی ہے۔ اب سے چند ہی برس پہلے روس و امریکہ کی باہمی چپقلش سے چھوٹی اور ترقی پذیر قوموں نے خوب فائدہ اٹھایا مگر اب دونوں بڑی طاقتوں روس و امریکہ نے باہم محاذ آرائی کی پالیسی ترک کر کے چھوٹی قوموں کی سرپرستی سے بھی ہاتھ کھینچ لیا اور بین الاقوامی سیاست میں اپنے مفادات افہام وتفہیم کے ذریعہ تقسیم کر لیے جس کی واضح مثال مشرق وسطیٰ میں اسرائیل اور برصغیر میں پاک وہند ہیں۔ مشرق وسطیٰ بالخصوص برصغیر کے بارے میں روس و امریکہ میں مکمل یگانگت اور مفاہمت پائی جاتی ہے۔ اور اب ترکی کی فوجی امداد سے ہاتھ کھینچ کر امریکہ نے دفاعی معاہدوں کے رہے سہے بھرم کو بھی ختم کر دیا۔ سیٹو اور سینٹو میں امریکہ کے حلیف پاکستان کو ان معاہدوں کا کتنا خمیازہ بھگتنا پڑا اس کا اندازہ ۶۵ء اور ٧١ء کی جنگ سے ہو جاتا ہے ان معاہدوں کے تحت نہ صرف امریکہ بلکہ برطانیہ بھی پاکستان کو فوجی امداد دینے کے پابند تھے۔ لیکن دونوں ممالک نے جنگ کے دنوں میں فوری اور ہنگامی امداد دینا تو درکنار مستقبل کے لیے بھی پاکستان کی فوجی امداد پر پابندی عائد کر دی۔ پاکستان کے بعد اب ترکی جو نہ صرف سینٹو بلکہ نیٹو جیسے خالص مغربی مفادات کے تحفظ کے معاہدہ میں شامل تھا امریکی امداد سے محروم کر دیا گیا۔ دفاعی معاہدوں میں امریکہ کے حلیف ترکی اور پاکستان کے متعلق امریکہ کی یہ پالیسی بین الاقوامی سیاست میں زبردست انقلابی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی دیگر مغرب نواز ملکوں کے لئے تازیانہ عبرت! بدقسمتی سے پاکستان کی ناعاقبت اندیش سابقہ حکومتوں نے امریکہ کے ساتھ دفاعی معاہدوں میں شرکت سے یہ چاہا تھا کہ ایک تو پاکستان کو بھارت سے بچانے کے لیے مددگار اور حلیف مل جائے دوسرے مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے بڑی طاقتوں کا تعاون حاصل ہو لیکن دفاعی معاہدوں میں پاکستان کی شرکت سے اشتراکی ممالک بالخصوص روس پاکستان سے ناراض ہو گیا اس طرح جہاں وہ پہلے مسئلہ کشمیر کے بارے میں غیر جانب دار رہا کرتا تھا اب کھلم کھلا بھارت کا طرف دار بن گیا۔ یہاں تک کہ پاکستان کی طرف سے مغربی ممالک پر مکمل انحصار اور ان کی غیر مشروط حاشیہ برداری نے روس کو پاکستان کے دشمنوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ نتیجتاً جہاں پاکستان روس اور دیگر اشتراکی ممالک کے اقتصادی تعاون سے محروم ہوا وہاں مغربی ملکوں بالخصوص امریکہ نے پاکستان کی اس یک طرفہ اور احمقانہ پالیسی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اقتصادی و فوجی امداد کی آڑ میں ایک ایک کے پچاس پچاس تک وصول کئے۔ جو قرضے دیئے گئے وہ بھاری شرح سود پر۔ چنانچہ امریکہ پر مکمل انحصار اور دفاعی معاہدوں میں شرکت کے باوجود ہم آج تک امریکی فوجی امداد سے محروم تو ہیں ہی اقتصادی اور صنعتی اعتبار سے بھی ہم کسی پوزیشن میں نہیں۔ حتیٰ کہ پاکستان میں جو چند ایک صنعتی شعبہ قائم ہیں وہ بھی اشتراکی ممالک بالخصوص چین کے تعاون سے قائم ہوئے ہیں اور اب پاکستان کی زیر تعمیر فولاد مل بھی روس کے تعاون سے قائم کی جا رہی ہے۔ دراصل امریکہ نے کبھی بھی خلوصِ دل سے پاکستان کی اقتصادی ترقی میں کوئی دلچسپی نہیں لی بلکہ اپنے تجارتی مفادات کے پیش نظر پاکستان کے اقتصادی منصوبوں کو سبوتاژ کرنے کی بھرپور کوششیں کیں جس کے نتیجہ میں پاکستان آج تک اقتصادی ترقی سے محروم ہے۔ جبکہ ہمارا ہمسایہ ملک بھارت روس و دیگر اشتراکی ممالک کے تعاون سے فوجی اور اقتصادی ترقی میں ایشیائی ممالک پر سبقت لے جانے کی کوششیں کر رہا ہے اور اب تو تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مغربی اور امریکی امداد اقتصادی مسائل حل کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ بلکہ اس کی بدولت امداد پانے والے ملک اندرونی طور پر اقتصادی ہی نہیں بلکہ سیاسی خلفشار کا بھی شکار ہوتے ہیں لہٰذا مغربی ممالک کے معاندانہ رویہ اور روس و امریکہ کی بدلتی ہوئی پالیسیوں کے پیش نظر پاکستان کو بھی اپنی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کرنے

باقی صفحہ ...

رپورٹنگ ۔ قمر ہاشمی

شہر شہر سے

عقیدہ ختم نبوّت کے خلاف تمام لٹریچر ضبط کیا جائے

جمعیۃ علماء اسلام ضلع سرگودھا کی مجلس شوریٰ کا مطالبہ

سرگودھا: ۲۰ فروری۔ جمعیۃ علماء اسلام ضلع سرگودھا کی مجلس شوریٰ کا اجلاس مولانا محمد بخش امیرِ ضلع کی صدارت میں ہوا، تلاوت کے بعد مولانا جلال الدین نے گذشتہ کارکردگی کی تفصیلی رپورٹ پیش کی جس کو اتفاق رائے سے منظور کیا گیا۔ مولانا نے اس رپورٹ میں بتایا کہ ضلعی جمعیۃ نے سوات اور ہزارہ کے زلزلہ زدگان کے لیے صرف پندرہ یوم میں ۵ ہزار نقد اور تین ہزار روپے کی مالیت کا سامان صوبہ سرحد جمعیۃ کے حوالے کیا۔

مولانا نے بتایا کہ مَیں نے زلزلہ زدگان کے علاقے کا دَورہ کیا۔ بعض مقامات پر تاحال کوئی امداد نہیں پہونچی۔ سرکاری امداد مستحق افراد تک بہت کم پہونچ رہی ہے۔ مولانا نے بتایا کہ وہاں جمعیت اور بعض دوسری جماعتوں کے کارکن نہایت محنت سے کام کررہے ہیں

(۲) اجلاس نے ضلع بھر کے اہم مقامات کا ایک تفصیلی دورہ کرنے کا پروگرام بھی بنایا ہے اس دورہ میں مولانا قاری عبدالسمیع نائب امیر جمعیۃ پنجاب، مولانا مولا بخش امیرِ ضلع، مولانا جلال الدین، مولانا صالح محمد، مولانا غلام ربانی، شیخ محمد یامین، مولانا عبدالکریم، ملک آفتاب احمد مولانا محمد اسماعیل، صوفی احمد یار، شیخ محمد عمرُ، مولانا عبدالماجد، مولانا محمد سرور، سید فضل الرحمٰن شاہ، مولانا محمد رفیق اور صوفی اللہ بخش شامل ہونگے۔

اجلاس میں ملک کی موجودہ صورتِ حال کو افسوسناک قرار دیا اور کہا کہ حکمران طبقہ حزب اختلاف کے خلاف نہایت جھوٹا اور مکرُوہ پروپیگنڈا کرنے میں مصروف ہے۔ ریڈیو، ٹیلیویژن اور اخبارات پر مکمل قبضہ کرکے حزبِ اختلاف کی آواز کو دبایا جارہا ہے۔ حکمران پارٹی نے روٹی کپڑے مکان کا جو وعدہ کیا، آج تک اس کو پورا نہیں کیا، بلکہ غریب عوام آٹے کی مہنگائی کی وجہ سے اپنے معصوم بچوں کا پیٹ بھی نہیں پال سکتے۔ ان حالات میں یہ اجلاس عوام سے اپیل کرتا ہے کہ وہ حزب اختلاف کے ساتھ مکمل تعاون کریں، تاکہ موجودہ صورت حال سے نجات حاصل کی جاسکے۔

یہ اجلاس دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی سخت مذمت کرتا ہے۔

یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف تمام لٹریچر کو فی الفور ضبط کیا جائے۔

یہ اجلاس صوبائی وُزراء خصوصاً سردار صغیر احمد کے ان بیانات کی شدید مذمت کرتا ہے جس میں وہ آئے دن مولانا مفتی محمود اور حزب اختلاف کے دوسرے اکابرین پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ سردار صاحب کو غلام مُصطفےٰ کھر، خورشید حسن میر اور معراج خالد کا حشر نہیں بھولنا چاہیے۔

اجلاس کے آخر میں مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ، حاجی محمد ابراہیم لودھیانویؒ، مولانا محمد اسماعیلؒ آف بسراں کی وفات پر اظہار تعزیت کیا گیا اور مرحومین حضرات کے لیے دعاء مغفرت کی گئی۔ اس کے علاوہ حضرت امیرِ مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ اور مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمود مدظلہٗ کی صحت کے لیے دُعا کی گئی۔

اجلاس میں جناب شیخ محمد یامین صاحب آف سلانوالی کو ضلعی جمعیت کا نائب امیر منتخب کیا گیا

جمعیۃ عُلما اسلام ضلع مظفر گڑھ

حسب فیصلہ ضلعی اجلاس جمعیۃ علما اسلام حضرت مولانا محمد عبدالجلیل صاحب کوٹ ادّو، اور صوفی احمد یار صاحب پرہاڑ غربی نے تحصیل کوٹ ادو کے مندرجہ ذیل مقامات کا دَورہ کیا:

۲ جنوری: موضع پرہاڑ، موضع چودھری موضع بھوبھڑ، موضع کچا پتل، موضع جھنجن والی موضع شیخ عمر، لدھا لنگر۔

سات موضعات کے تقریباً ۴۰ نمائندوں نے شرکت کی۔ مولانا محمد عبدالجلیل صاحب نے خطاب کرتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کے اغراض و مقاصد بیان کیے اور فرمایا کہ اس وقت ملک میں واحد جماعت جمعیۃ علماء اسلام ہی ہے جو یہاں قرآن وسنت کا نظام لانا چاہتی ہے۔ آپ نے مندوبین سے اپیل کی کہ آپ حضرات اپنے علاقے میں جاکر جمعیۃ علماء اسلام کا پیغام عوام تک پہونچائیں۔ بعد دعا اجلاس برخاست ہوا۔

۲۸ جنوری کو موضع جھنجن والی میں اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے:

سرپرست: حاجی محمد رمضان صاحب

امیر : محمد عیسیٰ خان قوم سکھانی
نائب امیر: غلام رسُول، قوم پچانی
ناظم اعلیٰ: لعل حسین خو سکھانی
ناظم: میرا محمد بخش قوم کلاسرہ
خازن: صوفی خیر محمد قوم رڈ
پروپیگنڈہ سیکرٹری: شیر محمد قوم رڈ۔

۳۰ جنوری کو جمعیۃ علماء اسلام گرمانی کی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مندرجہ ذیل عہدیدار چنے گئے۔

امیر: صوفی نذیر احمد۔
نائب امیر: حاجی واحد بخش
ناظم اعلیٰ: صوفی غلام حیدر صاحب
ناظم: مولوی عبد الحلیم صاحب
خازن: حاجی خدا بخش صاحب

۶ فروری کو جمعیۃ علماء اسلام موضع چوہدری کا اجلاس چاہ سارنگ والہ پر منعقد ہوا جہاں پر صوفی عنایت اللہ صاحب کو علاقے کا سرپرست بنایا گیا۔ دیگر عہدیدار مندرجہ ذیل ہیں:

امیر: بکھو خان
نائب امیر: حاجی محمد عثمان صاحب
ناظم اعلیٰ: مولوی شبیر احمد
ناظم: مولوی اللہ بخش صاحب
خازن: وارث محمد خان

آئندہ کے لیے مندرجہ مقامات کا دورہ طے پایا:
۱۳ فروری۔ دائرہ دین پناہ، ۲۰ فروری موضع بھوبھڑ، ۲۷ فروری۔ علاقہ گرمانی، مختلف مقامات پر مولانا محمد عبد الجلیل صاحب، صوفی محمد یار صاحب، مولانا محمد مسعود صاحب، نے خطاب فرمایا۔

جمعیۃ علماء اسلام کوٹ ادو

جمعیۃ علماء اسلام کوٹ ادو کا اجلاس زیر صدارت چوہدری شوکت علی صاحب امیر جمعیۃ کوٹ ادو منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور ہوئیں:

۱۔ جمعیۃ علماء اسلام کوٹ ادو کا یہ اجلاس ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کے اس اقدام کی پُرزور مذمت کرتا ہے جو اس نے قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ، مولانا محمد لقمان صاحب علی پوری مولانا مشتاق احمد صاحب پر دو ماہ کے لیے پابندی عائد کی۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ان حضرات پر سے پابندی ختم کی جائے نیز ضلع سے دفعہ ۱۴۴ بھی ختم کی جائے۔

۲۔ جمعیۃ علماء اسلام کوٹ ادو کا اجلاس ملک میں روز افزوں گرانی پر تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ حکومت کی طرف سے حالیہ ۲۱/اشیا جن میں مٹی کا تیل، پٹرول وغیرہ شامل ہیں پر ٹیکس کی مذمت کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ موجودہ ٹیکس واپس لیے جائیں۔

۳۔ جمعیۃ علماء اسلام کوٹ ادو کا یہ اجلاس حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی صحت کے لیے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد صحت کاملہ و عاجلہ عطا کرے۔ آمین۔

جمعیۃ علماء اسلام کوٹ ادو کی جانب سے سوات وہزارہ کے زلزلہ زدگان کے لیے فنڈ اکٹھا کیا گیا۔ اور مستری محمد رمضان یہاں سے ۲۱ جنوری کو ملتان کے وفد کے ساتھ رات ۱۲ بجے تھل ایکسپریس، پر پشاور نقد رقم لے کر گئے اور مورخہ ۳ فروری کو واپس کوٹ ادو پہونچے۔ مزید سامان اور نقد رقم کی دوسری قسط عنقریب روانہ کی جارہی ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام چوک منڈا نے بھی حضرۃ مفتی صاحب کو زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے ۷۰۰/- روپیہ دیا ہے۔

مورخہ ۲۳ فروری بروز اتوار جمعیۃ علماء اسلام ضلع مظفر گڑھ کا اجلاس بمقام کوٹ ادو منعقد ہو رہا ہے۔ تمام شاخوں کو خطوط لکھ دیے گئے ہیں اگر کہیں خط نہ پہونچا ہو تو ترجمان اسلام کی اطلاع کو کافی سمجھیں اور مقررہ تاریخ پر اجلاس میں کوٹ ادو ضرور شریک ہوں۔

شیخ محمد اکبر ناظم دفتر جمعیۃ علماء اسلام ضلع مظفر گڑھ

کراچی جمعیت علماء اسلام

امیر جمعیۃ علماء اسلام کراچی ڈویژن مولانا نور الہدیٰ صاحب نے جمعیۃ علماء اسلام سانگھڑ کے رہنما حافظ محمد اکبر پر قاتلانہ حملہ کیے جانے کے واقعہ پر شدید رنج اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملزم محمد حسین جعفری نے ایک عالم دین کو محرم کے مہینہ میں زدوکوب کرکے نہ صرف حافظ صاحب کو زخمی کیا ہے بلکہ پاکستان کے کروڑوں فرزندانِ توحید کے دلوں کو زخمی کیا ہے اور سانگھڑ میں فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانے اور مسلمان کو مسلمان سے دست وگریباں کرنے کا جُرم کیا ہے جو کہ ناقابل معافی ہے اور ملزم کو اس کی قرار واقعی اور عبرت ناک سزا ملنی چاہیے۔

---

۳۰ جنوری ۷۵ء کو سوات وہزارہ کے زلزلہ زدگان کے لیے امدادی سامان کی دوسری کھیپ لے کر کراچی سے ایک وفد زیر قیادت سید گل عنایت شاہ روانہ ہوگیا۔ جس میں قاری شیر افضل اور شاہ صاحب بھی شریک ہیں۔ وفد کو الوداع کرنے والے سینکڑوں افراد کے سامنے مولانا نور الہدیٰ صاحب نے خطاب فرمایا اور دعا کی۔ سامان میں کوٹ جرسیاں کمبل، رضائی، کپڑے ادویات وغیرہ شامل ہیں جن کی مالیت اسّی ہزار سے زائد ہے۔

کراچی میں جمعیۃ علماء اسلام کو زیادہ منظم کرنے کے لیے حلقہ وار ناظم معین کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عبد الحمید کاتب۔ برائے وسطی علاقہ جات
۲۔ قاری عطاء اللہ۔ برائے سوسائٹی۔
۳۔ قاری شیر افضل۔ برائے پیر کالونی جمشید
۴۔ مولانا حضرت ولی۔ برائے لانڈھی
۵۔ حافظ اصغر۔ برائے ملیر
۶۔ حاجی شوکت علی۔ برائے کرنگی
۷۔ وزیر احمد۔ برائے کیماڑی
۸۔ مولانا محمد شوکت برائے حسان اللہ کلری

۹۔ محمد افغان میمن ۔ برائے چاکیواڑہ
۱۰۔ صوفی جمیل احمد برائے باغیچہ ایریا ۔
۱۱۔ مولانا خان محمد برائے محمود آباد
۱۲۔ محمد احمد دستگیر کالونی
۱۳۔ سید کونا ناشاہ ، لانڈھی ۱
۱۴۔ محمد صدیق لیاقت آباد
۱۵۔ قاری عبدالرحیم ڈیل کالونی
۱۶۔ لعل محمد عباس بلدیہ کالونی ۲ شیرشاہ
۱۷۔ محمد سعدی ناظم دفتر برائے ناظم آباد مل ایریا ، بھینس کالونی ، ککھوکھرا پار ۔

کارکنوں کا شکریہ

کراچی ۔ ۶ فروری جمیعۃ علماء اسلام کراچی ڈویژن کے امیر مولانا نورالہدیٰ قائم مقام ناظم اعلیٰ صوفی جمیل احمد ، خازن مفتی احمد الرحمٰن ناظم نشرواشاعت محمد سعید صابر اور رکن عاملہ محمد عثمان الوری نے ایک بیان میں جمیعۃ علماء اسلام کے ان کارکنوں اور مخیر حضرات کا شکریہ ادا کیا ہے ۔ جن کی تگ و دو اور تعاون سے کراچی جمیعت نے ہزارہ اور سوات کے مستحقِ اعانت مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک لاکھ اسی ہزار روپے کی مالیت کا سامان متاثرہ علاقوں میں پہونچا دیا ہے ۔

بیان کے مطابق کراچی کے مسلم عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ جمیعۃ کے پروگرام کو کامیاب کرانے کے لیے (اسلامی نظام کے نفاذ اور سالمیت پاکستان) کی خاطر جمیعۃ علماء اسلام سے تعاون کریں ۔ جمیعۃ ہر آڑے وقت میں اپنے فرائض پورے کرتی رہے گی اور ملک و ملت کی فلاح و بہبود کی خاطر کوشاں رہے گی ۔

کراچی ۶ فروری ۔ جمیعۃ علماء اسلام قیوم آباد کی مجلس عمومی کا ایک اجلاس علاقے کے معروف بزرگ اور تبلیغی جماعت کے امیر جناب بھائی بشیر احمد صاحب کی صدارت میں ہوا ۔ جس میں جمیعۃ کی تشکیل اور انتخاب ذیل عمل میں آیا ۔

سرپرست : مولانا حاجی حضرت یونس
امیر : بھائی بشیر احمد صاحب
نائب امیر : مولوی خلیل الرحمٰن صاحب
ناظم اعلیٰ : جناب محمد موسیٰ خان صاحب
ناظم اول : محمد اسماعیل صاحب
ناظم دوم : قاری اللہ داد صاحب
ناظم نشرواشاعت : محمد سعید صابر
خازن : عبدالمالک صاحب
سالار : قاری محمد فاروق صاحب

اجلاس میں روزنامہ اعلان کراچی کی بحالی کا خیر مقدم کرتے ہوئے ملک کے دوسرے تمام اخبارات و جرائد پر سے ہر طرح کی پابندیاں اٹھانے کا مطالبہ کیا گیا ۔

لائل پور

جمیعۃ علماء اسلام ضلع لائل پور کے قائمقام امیر خواجہ محمد اکرم بٹ ۔ ناظم ضلع مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے سمندری کا انتخابی دورہ کیا اور وہاں کارکنوں کے ایک عظیم اجتماع میں جماعتی مسائل پر تفصیل سے گفتگو فرمائی اور کافی غور وخوض کے بعد ایک پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی ۔ جو کہ تنظیمی مسائل کی نگرانی کرے گی ۔ جس میں صوفی اللہ دتہ کو کنوینر مقرر کیا گیا اور دوسرے اراکین میں مرزا محمد یونس ، طاہر بٹ ، مشتاق احمد اور شان محمد شامل ہیں ۔

بعد میں ایک قرارداد کے ذریعہ مدارس عربیہ کو قومی تحویل میں لیے جانے کے فیصلہ پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا اور اعلان کیا کہ اس فیصلہ کی سختی سے مزاحمت کی جائے گی ۔

لائل پور ۔ جمیعۃ علماء اسلام حلقہ ڈی ٹائپ کالونی کا انتخابی اجلاس زیر صدارت شیخ بشیر احمد صاحب منعقد ہوا ۔ اجلاس میں شہری جمیعۃ کے جنرل سیکرٹری مولانا سعید الرحمٰن علوی اور ناظم دفتر صوفی محمد بشیر خان نے بھی شرکت کی ۔ تلاوت کلام پاک حافظ نثار احمد نے فرمائی ۔ ابتدائی تعارفی تقریر جناب غلام نبی مجاہد نے کی اور مولانا سعید الرحمٰن علوی نے جماعت کی اہمیت اور پالیسی اور اکابرین جمیعۃ کی دینی و ملی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بعد میں مندرجہ ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا ۔

حکیم بشیر احمد جھگرانوی ۔ امیر
مولانا نصیر الدین نائب امیر ۱
مولانا محمد شریف " " ۲
مولوی محمد رفیق صاحب ناظم عمومی
جناب مشتاق احمد نائب ناظم
حافظ غلام نبی ناظم نشریات
حافظ عبدالستار خازن

مندرجہ ذیل حضرات مجلس شوریٰ کے لیے چنے گئے :

صوفی غلام محمد ، حاجی کریم بخش ، صوفی محمد نادر خاں ، محمد اشرف اور صوفی محمد علی صاحب وغیرہم ۔

لائل پور ۔ جمیعۃ علماء اسلام حلقہ پیپلز کالونی کا اجلاس زیر صدارت مولانا سید محمد صدیق شاہ صاحب ترمذی منعقد ہوا ۔ جس میں تنظیمی امور پر غور وخوض کے بعد مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا :

مولانا محمد صدیق شاہ صاحب ترمذی ۔ امیر حلقہ
حاجی منظور الحق صاحب ۔ نائب امیر ۱ "
حاجی محمد ابراہیم صاحب " ۲ "
مولانا قاری عبدالسلام صاحب ناظم عمومی
سید منظور احمد شاہ صاحب نائب ناظم "
قاری محمد ادریس صاحب ناظم نشرواشاعت "
قاری محمد احمد خان صاحب خازن "

آخر میں ایک قرارداد کے ذریعہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلیے جمیعۃ کے قائدین کی کوششوں کو سراہا گیا ۔

مولانا عبد الرشید خانیوال

تعلیماتِ اسلام اور ہمارا معاشرہ

اربابِ دین و دانش کی اس رائے سے ہرگز اختلاف نہیں کیا جا سکتا کہ اعتدال اور آئین جمہوریت پر عمل کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ غنڈوں، بدمعاشوں، ڈاکوؤں یعنی سماج دشمن عناصر اور وطن فروشوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور نہ ہی اسلامی آئین جمہوریت میں یہ چیز شامل ہے کہ مفاد پرست عناصر اور اقتدار کے بھوکوں کو ملی اقدام کے انہدام کی کھلی چھٹی دے دی جائے۔ اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان کے وجود اور اس کی حقیقت کو تسلیم نہ کرنے والوں اور نظریہ پاکستان کے حامیوں کو ایک ترازو میں تولا جائے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے معاشرے میں اس قسم کے سماج دشمن عناصر کی ایک کھیپ موجود ہے۔ جس کا اس پر یقین نہیں ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ سے ہی پاکستان کو استحکام نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ گروہ اقتدار، اختیار، اور آسائش دنیا حاصل کرنے کے لئے ایک محدود طبقہ کی اجارہ داری کا حامی ہے اور ذہنی یکسوئی اور تندہی سے محنت کو حماقت سمجھتا ہے۔ ان کی ذہانت کا کمال یہ ہے کہ جوڑ توڑ اور ہیر پھیر سے آرام و راحت کی زندگی بسر کی جائے لیکن یہ نادان لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ دولت و عزت کی آمد و رفت کا مسلمہ اصول ہے کہ اگر اسے ہتھکنڈوں کے ذریعہ حاصل کیا جائے تو وہ طاقت کے ساتھ چھین لی جاتی ہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ چالاکی سے حاصل کی ہوئی عزت و دولت بالکل ریت کی ایک دیوار ہے جو باد و باراں کا ایک معمولی سا حملہ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق وہ لوگ بھی اسلامی معاشرہ کے دشمن ہیں جو اخوت کے جذبے سے سرشار ہو کر وطن عزیز کی خدمت نہیں کرتے اور شاہراہ حیات میں پیغمبر اسلام کی زندگی کو مشعل راہ نہیں بناتے۔ یہ مشاہدہ ہے کہ جب انسانی معاشرہ میں خود غرض افراد کی اکثریت ہو جاتی ہے تو انسانیت کا معیار گر جاتا ہے۔ اور اخلاقی و روحانی اقدار کی حفاظت مہمل اور بے معنی سی بن کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا فہم و فراست کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے ماحول میں حکمت عملی اور شعور سے تدبیر کو اجاگر کیا جائے اور ایسے تمام مفاد پرست عناصر کو نظر انداز کر دیا جائے جو عوام کی اخلاقی حس کو مردہ کرتے ہیں۔ اور مسائل و معاملات کو صرف مصلحت کوشی سے حل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ اپنے نصب العین سے غفلت اختیار کرنے والے لوگ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔ جہاں تک دین مصطفوی کا تعلق ہے وہ سرچشمۂ حیات ہے۔ جس میں ضمیر فروشی، وطن دشمنی اور تخریب کاری شیطانی اعمال میں شامل ہیں اسلامی معاشرے میں وہ ننگِ انسانیت افراد کسی حوصلہ افزائی کے مستحق نہیں ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کو کوئی اہمیت حاصل ہے جو یہ نہیں جانتے کہ اسلام کا معاشرہ سے مطالبہ کیا ہے اور جو اس ارشاد نبوی سے ناواقف ہیں کہ اصل دانائی خدا کا خوف ہے۔ اور جن کے نزدیک قابل قبول اور مسلمہ نظریات کی کوئی اہمیت نہیں بے شک فرزندانِ اسلام کے اسلامی معاشرت اور اسلامی اخلاق کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں لیکن یہ بات گرہ میں باندھ لینی چاہیئے کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں خدا کا خوف تھا، جو کاروبار دنیا میں داناؤں سے مشورہ کرتے تھے جن کو اہلِ علم اور تنقید کرنے والوں سے محبت تھی اور جن کے فیصلے برمحل اور اقدام وقت پر ہوتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ جبینِ وقت پر اپنی مہریں لگائیں۔ آج بھی اگر نئی نسل علاقائی تعصب اور لسانیت کے خلاف جہاد کرے اور قومی وحدت کے تحفظ کے لیے سینہ سپر ہو جائے اور اپنے اسلاف کی طرح وقت اور صلاحیت کا برمحل استعمال کرے تو "آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا" معاشی مشکلات کو دور کرنے کے لیے جد و جہد نہ کرنا اور صداقت کو دل سے تسلیم نہ کرنا کہ معاشی توازن اور مساوات کا مطالبہ عین دینِ فطرت کے مطابق ہے۔ اجتماعی زندگی میں پریشانیوں، دشواریوں اور ناکامیوں کو دعوت دینا ہے۔ اور راحت و کشادگی کی نعمتوں سے محرومی میں مبتلا کرنا ہے۔ جن لوگوں کی سرگرمیاں معاشی عدل و انصاف کے خلاف ہوتی ہیں وہ ذہنی توازن سے محروم ہوتے ہیں۔ اور ہرگز اس کے اہل نہیں ہوتے کہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو سمجھیں اور عوام کو جو مسائل درپیش ہیں ان کو سلجھائیں۔ لہٰذا عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ ملک اور قوم کی سلامتی اور استحکام کے لئے ٹھوس بنیادوں پر معاشی عدل و انصاف اور مساوات کی فضا ہموار کی جائے تاکہ مفاد عامہ کے تمام مسائل مقاصد اور مصالح میں جد و جہد مشکور ہو جاتے ظاہر ہے جب تک اجتماعیت، انصاف اور رواداری کی بنیاد پر معاشرے کو از سرِ نو استوار نہیں کیا جائے گا ان عظیم مقاصد میں کامیابی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

طلباء کی سرگرمیاں

رپورٹ: محمد فاروق قریشی

ربوہ کالج کے جناب شفیق احمد ندیم نے جمعیۃ طلبہ اسلام میں شمولیت کا اعلان کردیا

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

اسلام کی سرفرازی کیلئے ہر باطل قوت سے ٹکرانے کی صلاحیت رکھتی ہے

مولانا سعید احمد رائے پوری اور قائدِ طلباء کا جمعیۃ طلباء اسلام کراچی کے اجتماع سے خطاب

حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری اور قائد طلباء محمد اسلوب قریشی جب زیارت حرمین شریفین سے واپسی پر کراچی پہونچے تو ان کے اعزاز میں جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کراچی ڈویژن کے زیر اہتمام ایم اے نجمی کی صدارت میں کارکنوں کا اجتماع مقامی دفتر میں منعقد ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے قائد طلباء جناب محمد اسلوب قریشی نے کہا کہ:

"مسلمانانِ پاکستان کی متحدہ کوششوں سے مسئلہ قادیانیت حل ہوا۔ طلباء برادری نے بھی ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے بیش از بیش قربانیاں دیں۔ خصوصاً جمعیۃ طلباء اسلام نے فقید المثال کردار کا مظاہرہ کیا۔ لیکن عوامی حکومت نے مسئلہ کو ابھی تک کھٹائی میں ڈالا ہوا ہے۔ مسئلہ کے عملی حل کے لیے حکومت سے بارہا مطالبہ کیا گیا مگر حکومت نے چپ سادھ رکھی ہے۔ جمعیۃ طلباء اسلام مسئلہ ختم نبوت کے نفاذ کے لیے تحریک چلانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

محترم قریشی صاحب نے حجاز مقدس کے سفر کے تاثرات بیان فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں حجاز مقدس جاکر صحابہ کرامؓ کی یادگاروں کو محض یادگار کے طور پر نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ صحابہؓ کے اُسوہ پر عمل کرنا چاہیے۔

انہوں نے کہا کہ صرف دعا ہی سے اسلام کا بول بالا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی جنگیں کیوں لڑتے؟ دندانِ مبارک کیوں شہید کراتے؟ جسم اقدس کیوں لہولہان ہوتا؟ مصائب و آلام کے پہاڑ کیوں ٹوٹتے؟ اور انہوں نے دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے کی تجویز کی سخت مذمت کی اور کہا کہ یہ مدارس اسلامی علوم کے سرچشمے ہیں۔ ان مدارس عربیہ نے اجلہ علماء پیدا کیے جن کے علم و عمل کی مشعلوں نے اکنافِ عالَم کو روشن کر دیا۔ ان ہی علماء نے آڑے وقت میں ملک و ملت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔

انہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے اس عاجلانہ فیصلے پر عمل کیا تو جمعیۃ طلباء اسلام شدید مزاحمت کرے گی۔ جمعیۃ ایک مستقل پروگرام رکھتی ہے۔ آپ نے کراچی کے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ اس شہر کے شایان شان کام کریں۔ اس سے قبل جمعیۃ کے مرکزی سرپرست اعلیٰ مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری نے خطاب فرمایا۔ مولانا نے فرمایا کہ جمعیۃ کوئی معمولی تنظیم نہیں ہے، بلکہ ملک گیر جماعت ہے اور اس حوصلہ مند مثالی جماعت نے تحریک ختم نبوت کے دوران اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا ہے۔

آپ نے حجاز مقدس کے تاثرات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ہم نے جبلِ اُحد دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تاریخ کا نقشہ آنکھوں میں گھوم گیا۔ اس مقام کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے کتنے دشوار گذار راستوں کو طے کر کے دشمن کا مقابلہ کیا اور اپنی شاندار حکمتِ عملی کی وجہ سے دنیا پر اسلام کی حقانیت کا سکہ بٹھا دیا۔ انہوں نے اس امر پر اظہارِ تشویش کیا کہ مرکزِ اسلام میں عرب شیوخ کے بچوں کی پرورش عیسائی عورتیں کر رہی ہیں اور یہ عیسائی سازش ہے کہ وہ مسلمانوں کے واحد مرکز میں اپنے ناپاک اثرات پھیلائے۔

مولانا نے فرمایا کہ ہم نے دیگر ممالکِ اسلامیہ کے علماء و عوام کو قریب سے دیکھا۔ وہ عبادت کی طرف اگرچہ مائل تھے، لیکن ان میں حریتِ فکر نہ تھی۔

آپ نے فرمایا کہ برصغیر کے علماء میں حریتِ فکر اور آزادی رائے کا داعیہ دیگر ممالک کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ برصغیر میں اس حریتِ فکر کے عناصر اربعہ حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ ہیں۔

ان علماء فحول کے عظیم وارث پاکستان میں اس وقت مولانا مفتی محمود اور ہندوستان میں مولانا اسعد مدنی ہیں۔

پاکستان کے علماء آج بھی حریت فکر سے مالا مال ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علماء حق سے تعلق کا دعویٰ کرتا ہے اور مصائب و آلام کو برداشت کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ قطعاً مسموع نہیں ہوگا۔ آپ نے کہا کہ وہ کیسا مسلمان ہے جو قرآن کو ہاتھ میں لے کر بزدلوں کی صف میں کھڑا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن پر عمل کریں۔ قرآن جہاں عبادت کا حکم دیتا ہے وہاں اس امر کی تلقین بھی کرتا ہے کہ مسلمان کفر و ضلالت کا مقابلہ کریں اور اس کا عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرت ہے۔

ضلع نواب شاہ

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء اسلام نواب شاہ کا اجلاس مقامی دفتر میں منعقد ہوا۔ جس میں ضلعی سطح پر کام کرنے کے طریق کار کو متعین کیا گیا۔ تنظیمی حیثیت سے ضلع کو دو حصوں اور آٹھ شاخوں میں تقسیم کر دیا گیا اور دو انتظامی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں ایک کمیٹی کے سربراہ جناب سردار علی صاحب منتخب کیے گئے جو محراب پور، کنڈیارو، پڈعیدن اور کوٹ لالو میں جماعتی تنظیم کو مستحکم کریں گے۔ دوسری کمیٹی جس کا حلقہ کار نواب شاہ سکرنڈ مورو، ساٹھ میل تک وسیع ہوگا۔ محمد بلال، عبد الغنی اور نعمت اللہ پر مشتمل ہے۔

چنیوٹ

جمعیۃ طلباء اسلام چنیوٹ کے صدر جناب عبد الحمید صدیقی اور ناظم عمومی جناب محمد سلیم پاشا نے جماعتی کام کو بڑھانے کے لیے اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا ہے اور اپنے پورے علاقے کا تنظیمی جائزہ لینے کے بعد جماعتی پروگرام مختلف کالجوں کے طلباء کو پہونچایا۔

انہی کوششوں کی وجہ سے ربوہ کالج کے جناب شفیق احمد ندیم صاحب نے جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

اکوڑہ خٹک

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہٗ کی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں آمد کے موقع پر جمعیۃ طلباء اسلام کی طرف سے جناب فضل الرحمٰن صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ بعد میں حضرت حکیم الاسلام نے اپنے مواعظ حسنہ سے طلباء کو نوازا۔

جمعیۃ طلباء اسلام دار العلوم حقانیہ یونٹ میں جناب عبد الحکیم اکبری صاحب کو سہ ماہی امتحان تک کنوینر مقرر کر دیا گیا۔

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان صوبہ سرحد کے رہنما جناب فضل الرحمٰن صاحب نے صوبائی تنظیم کو بہتر بنانے کے لیے ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کے لیے سید عبد المالک شاہ، ضلع بنوں کے لیے علی شیر خاں ضلع کوہاٹ کے لیے عبد الرحمٰن صاحب کو کنوینر مقرر کیا ہے۔ جماعتی احباب اپنے علاقے کے کنوینر سے رابطہ قائم کریں۔

ضمانت قبل از گرفتاری منظور

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کے سرپرست جناب مولانا غلام قادر صاحب اور ٹھیڑی ضلع خیرپور کے رہنما جناب امیر حمزہ صاحب کی ضمانت قبل از گرفتاری منظور ہو گئی ہے۔ جب کہ جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے ناظم جناب عبد المتین چوہدری کی ضمانت قبل از گرفتاری کی توثیق راجہ خورشید احمد ایڈیشنل سیشن جج لاہور نے کر دی ہے یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ توثیق کرنے سے قبل فاضل جج نے آئندہ ایسی تقریریں نہ کرنے کا وعدہ لینا چاہا تو چوہدری صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ میرا بنیادی حق ہے اور جمعیۃ طلباء اسلام ہر ظلم کے خلاف آواز اٹھاتی رہے گی۔

چشتیاں

گذشتہ ہفتہ جمعیۃ طلباء اسلام چشتیاں کا ایک اہم اجلاس بصدارت جناب ندیم اقبال اعوان صدر گورنمنٹ کالج چشتیاں و نائب صدر جمعیۃ پنجاب منعقد ہوا۔ جس میں انہوں نے علماء حق کے کارناموں پر روشنی ڈالی اور طلباء کو بتایا کہ فی الوقت علماء حق کی قیادت کیوں ضروری ہے؟ اجلاس کے آخر میں گورنمنٹ سکول چشتیاں یونٹ کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر : جناب ذوالفقار احمد
نائب صدر : " نصیر الحق خالد
ناظم عمومی : " ظہور شوکت رانا
ناظم : " حافظ ابراہیم
ناظم نشریات : " خالد محمود ناصر
ناظم مالیات : " مقصود احمد

تمام شاخیں متوجہ ہوں!

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کی تمام شاخیں اپنی تنظیمی کارکردگی اور کالجوں میں انتخابات کی مکمل رپورٹ "عزم" ٹریکٹ نمبر ۵ کے لیے ۲۵ فروری تک مرکزی دفتر ۵۶ میکلوڈ روڈ کے پتہ پر ارسال فرما دیں۔ بعد میں موصول ہونے والی کارروائی شامل اشاعت نہ ہو سکے گی۔

محمد فاروق قریشی

نظامِ شریعت کانفرنس لاہور

کے سلسلے میں

ضروری ہدایات

برائے ضلعی وصوبائی امیر و ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے زیرِ اہتمام مورخہ ۲۱، ۲۲، ۲۳، مارچ ۷۵ء کو لاہور میں حسبِ روایاتِ سابقہ ایک عظیم الشان نظامِ شریعت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے لہٰذا اس فقید المثال نظامِ شریعت کانفرنس کو ہر اعتبار سے کامیاب بنانے کے لئے حضرت **مولانا عبید اللہ انور** صدر پنجاب جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت در ہنمائی میں مجلس استقبالیہ نظامِ شریعت کانفرنس انتظامات کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

مجلس استقبالیہ کے طے کردہ طریق کار کے مطابق آپ حضرات مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل درآمد فرما کر اس دینی، قومی اور جماعتی پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مجلسِ استقبالیہ سے بھرپور تعاون کریں۔

(۱) آپ اپنے ضلعوں کا فوری دورہ کر کے زیادہ سے زیادہ کارکنوں کو کانفرنس میں شرکت کے لئے آمادہ کریں۔

(۲) کانفرنس کے اخراجات کی مد میں کل تخمینہ ۴۵۰۰۰ ہزار روپے لگایا گیا ہے۔

پنجاب ۲۰۰۰۰ روپے کراچی ۱۰۰۰۰ روپے سندھ ۷۰۰۰ روپے سرحد ۵۰۰۰ روپے بلوچستان ۳۰۰۰ روپے۔

مطلوبہ رقم کی فراہمی بلا تاخیر فرمائیں۔

(۳) شرکاء کانفرنس کے طعام وخوراک کے لئے ۵ روپے فی کس طے کئے گئے ہیں۔ آپ اپنے صوبے سے شرکاء کی مکمل فہرست فوراً مرتب کریں۔

(۴) اخراجات میں آپ کے حصہ کا چندہ۔ آپکے صوبہ سے شرکاء کی فہرست مع رقم برائے طعام اور آپ کے صوبہ کے مختلف ضلعوں سے کانفرنس میں شرکت کرنے والے فعال رضا کاروں کی فہرست ۵ مارچ ۱۹۷۵ء سے قبل مرکزی دفتر جمعیۃ علماء اسلام چوک رنگ محل لاہور کو موصول ہونی چاہیئے۔

(۵) مجلس استقبالیہ کے لئے آپ اپنے صوبہ کے پانچ نمائندوں کے نام فوراً ارسال کریں۔ ان حضرات کا کانفرنس سے تین روز قبل لاہور پہنچنا ضروری ہے۔

ازراہِ کرم اطلاع موصول ہوتے ہی عملدرآمد کے سلسلے میں مرکزی دفتر چوک رنگ محل کو رپورٹ کریں۔

مجلسِ استقبالیہ نظامِ شریعت کانفرنس لاہور